درود شریف

فضائل و برکات اور احکام و مسائل



تالیف: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

مکتبہ کتاب و سنت

درود شریف

فضائل و برکات اور احکام و مسائل



تالیف: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ ڈسکہ

درود شریف

فضائل و برکات اور احکام و مسائل

تالیف
فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

اشاعت ـــــــ فروری 2020ء
کمپوزنگ ـــــــ نائلہ قمر، نادیہ قمر، سناء قمر سلمھن اللہ
سیٹنگ ـــــــ ابوسفیان عزیزی

مطبع
بیت السلام پرنٹنگ پریس
042-37141518, 0321-7351350

ناشر
مکتبہ کتاب و سنّت
ریحان چیمہ۔ ڈسکہ

UMM UL QURA
پبلیکیشنز
سیالکوٹ روڈ، گوجرانوالہ 0321-6466422



دُرود شریف

فضائل و برکات اور احکام و مسائل

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

.... ❀❀❀ ....

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. أَمَّا بَعْدُ:

قارئینِ کرام! السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ

اللّٰہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ اس نے سالہا سال تک متحدہ عرب امارات کے ریڈیو اُمّ القیوین کی اردو سروس کے ذریعے دینِ متین کی خدمت کے موقع سے نوازے رکھا۔ ۱۹۸۸۔ ۱۹۹۱ء کے دوران میں ''فقہ الصلاۃ'' (نمازِ نبوی ﷺ) کے موضوع پر تفصیل سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ نماز کے دیگر پہلوؤں کی طرح جب ''قعدہ'' کے مسائل کی باری آئی تو ''درود شریف'' کے فضائل و برکات اور احکام و مسائل بھی قدرے وضاحت سے سامعین کے سامنے رکھ دیے گئے۔

''صلوٰۃ وسلام بر نبیِ خیر الأنام ﷺ'' وہ لذیذ و جاذب عنوان ہے کہ مختصر کرتے کرتے بھی ع

''لذیذ بود حکایت دراز ترگفتم''

کے مصداق قدرے تفصیلی ہوگیا۔

جب ریڈیو پروگراموں کو کتابی شکل میں پیش کرنے کا موقع آیا تو ''نماز'' کی کتاب (فقہ الصلاۃ) میں اس مکمل موضوع کو شائع کرنے کے بجائے اس کا خلاصہ دینا طے ہوا اور اس کی مکمل شکل اب الگ مستقل کتاب کی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں اور پھر اس بات پر اس کا مشکور و ممنون ہوں کہ اس نے میری لختِ جگر ام محمد شکیلہ قمر حفظہا اللہ کو یہ توفیق دی کہ اس نے ریڈیو پروگراموں کے اسکرپٹس میں سے معمولی ترمیم و اضافے کے ساتھ دیگر کئی کتابوں کے علاوہ درود شریف کے موضوع پر مشتمل اس کتاب کو بھی خوب صورت انداز سے مرتب کر دیا ہے۔ جَزَاهَا اللّٰهُ خَيْراً فِيْ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَوَفَّقَهَا لِلْمَزِيْدِ وَالْكَثِيْرِ مِنْ مِّثْلِه.

اس کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں اپنے برادرِ نسبتی عزیزم محمد اصغر محمد صادق ڈھلو آف بمبانوالہ ضلع سیالکوٹ (حال مقیم الکویت) کا شکر گزار ہوں کہ انہی کی ترغیب وتعاون سے یہ کتاب منظرِ عام پر آسکی۔ جبکہ اس کا یہ اِڈیشن ہمارے دوست محترم جناب اختر جاوید نیازی صاحب کے حسنِ تعاون کا نتیجہ ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْراً وَبَارَكَ فِيْ أَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ وَ عُمُرِهٖ.

اسی طرح فاضلِ عزیز جناب حافظ شاہد رفیق مدنی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے کتاب کا باریک بینی سے مطالعہ کیا اور اسے ہر اعتبار سے معیاری بنا کر اپنے ادارے ام القریٰ پبلی کیشنز کی طرف سے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ فِيْ الدَّارَيْنِ خَيْراً.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور

قارئینِ کرام کے لیے باعثِ راہنمائی بنائے، نیز مؤلف و مرتبہ اور ناشرین کے لیے ثوابِ دارین کا ذریعہ بنائے۔آمین

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّم.

شبِ جمعۃ المبارک
۵ جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ
۳۱ جنوری ۲۰۲۰ء

امید وارِ شفاعتِ خیر الانام ﷺ
ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان شرعی کورٹ الخبر
وداعیہ متعاون، مراکز دعوت وارشاد
الدمام۔الخبر ۔الراکہ۔سعودی عرب
www.mohammedmunirqamar.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ طبع دوم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. أَمَّا بَعْدُ:

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

”اللہ پیغمبر پر (اپنی رحمت اتارتا ہے) اور فرشتے (پیغمبر پر) درود بھیجتے ہیں، مسلمانوں تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجو۔“

اس آیت سے نبیِ اکرم ﷺ پر درود وسلام کی تاکید واہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے اور جہاں تک درود وسلام کی فضیلت اور برکات وثمرات کی بات ہے تو اس کا اندازہ اُس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے جس میں نبیِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْراً» [1]

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٤٠٨)

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

دوسری حدیث میں ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

« مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيئَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ »[1]

''جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔''

آج لوگ طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں جبکہ درود شریف کی کثرت تمام پریشانیوں کا مفت علاج بھی ہے، جیسا کہ اُس حدیث سے پتا چلتا ہے جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنا درود پڑھوں؟ تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « مَا شِئْتَ » ''جتنا چاہو۔'' میں نے عرض کی: دعا کا چوتھا حصہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ »

''جتنا چاہو، اور اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے۔''

میں نے عرض کی: آدھا حصہ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا:

''جتنا چاہو، اور اگر اس سے زیادہ پڑھو گے تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے۔''

میں نے عرض کی: دو تہائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا:

''جتنا چاہو، اور اگر اس سے بھی زیادہ پڑھو گے تو وہ تمھارے حق میں بہتر ہوگا۔''

میں نے عرض کی: « اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا » ''میں دعا میں سارا وقت

[1] صحيح الجامع الصغير، رقم الحديث (٦٣٥٩)

درود ہی پڑھتا رہوں تو''؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«اِذَنْ تُکْفَیٰ هَمُّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ» [1]

''تب تو تمھیں تمام پریشانیوں سے بچا لیا جائے گا اور تمھارے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

نیز ایک روایت میں ہے:

«اِذَنْ يَكْفِيْكَ اللّٰهُ هَمَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»

''تب تمھیں اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی تمام تر پریشانیوں سے بچا لے گا۔''

درود شریف اور سلام بر نبیِ خیر الانام ﷺ کے فضائل وثمرات اور خیرات وبرکات کی تفصیل کے علاوہ درود شریف پڑھنے کے مقامات، درود شریف کے صحیح صیغے اور دیگر مسائل واحکام کی تفصیل آگے اس کتاب میں آ رہی ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے پہلے اِڈیشن کو ایک عرصہ پہلے نورِ اسلام اکیڈمی کے مالک اور ہمارے فاضل دوست جناب ابوعبد الرحمٰن شبیر بن نور حفظہ اللہ نے شائع کیا تھا اور اب ہم اسے نئے سرے سے شائع کر رہے ہیں۔ اس کی طباعت وتزئین اور سیٹنگ وغیرہ جناب حافظ شاہد رفیق صاحب حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کی نظرِ دقیق کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کتاب کی کمپوزنگ ہماری اہلیہ ام عدنان بشریٰ قمر حفظہا اللہ اور ہماری لختِ جگر نائلہ قمر۔ سلّمها اللّٰه۔ نے کی ہے۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاهُمَا لِكُلِّ خَيْرٍ وَتَقَبَّلَ مِنَّا وَمِنْهُمَا صَالِحَ الْأَعْمَالِ.

اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا اہتمام وانتظام ہمارے فاضل دوست

---

[1] صحيح الترمذي، رقم الحديث (٢٤٥٧)

جناب **اختر جاوید نیازی صاحب** حفظہ اللہ (**ایگزیکیوٹو ٹیکنیکل مینیجر**) نے کیا ہے۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْراً فِيُ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ وَبَارَکَ فِيُ أَھْلِہٖ وَمَالِہٖ وَحُسْنِ أَعْمَالِہٖ، آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

مترجم شرعی کورٹ الخبر

وداعیہ متعاون بمکاتب الجالیات

(دعوہ سنٹرز) الخبر والراکہ والدمام۔سعودی عرب

۲۵۔۱۔۱۴۴۱ھ مطابق ۲۴۔۹۔۲۰۱۹ء

درود شریف کے فضائل و برکات

نبیِ اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا بہت زیادہ فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات کا باعث ہے جن پر کئی آیات واحادیث دلالت کرتی ہیں:

اللہ کا درود اور اس کے فرشتوں کا درود پڑھنا:

1 قرآنِ کریم میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''بے شک اللہ تعالیٰ نبی (ﷺ) پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر درود وسلام پڑھو۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ اور اس کے مقربین فرشتے بھی نبی ﷺ پر درود پڑھتے ہیں۔ اللہ رحمتوں کے نزول کی شکل میں اور فرشتے طلبِ استغفار و رفعِ درجات کی صورت میں، اور ساتھ ہی اہلِ ایمان کو بھی اس کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ بھی نبی ﷺ پر درود پڑھا کریں، تاکہ وہ بھی اس شرف سے بہرہ مند ہوں۔ اس عمل کی اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی کہ اس کو پہلے اللہ نے اپنی طرف اور پھر اپنے فرشتوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ پھر ''اِنَّ'' کے ساتھ آیت کو شروع کیا جو نہایت تاکید کے لیے آتا ہے اور مضارع کے صیغہ ''یُصَلُّوْنَ'' سے ذکر فرمایا ہے جو اس بات کے استمرار اور دوام کی دلیل ہے۔ یعنی یہ قطعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس

کے ملائکہ نبی ﷺ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ع

يُصَلِّيْ عَلَيْهِ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ
بِهٰذَا بَدَا لِلْعَالَمِيْنَ كَمَالُهٗ

''یعنی اللہ جل جلالہٗ بھی نبی ﷺ پر درود پڑھتا ہے اور یہ بات تمام جہانوں کے لیے نبی ﷺ کے شرف و کمال کی عمدہ دلیل ہے۔''

اس اعتبار سے نبی ﷺ کا یہ شرف حضرت آدم علیہ السلام کے مسجودِ ملائکہ ہونے سے بھی بڑھا ہوا ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے اس اعزاز واکرام میں اللہ تعالیٰ خود بھی شامل ہے، جبکہ آدم علیہ السلام کے اعزاز میں فرشتے ہی شامل ہوئے تھے اور وہ بھی صرف ایک مرتبہ شامل ہوئے یہاں دوام واستمرار ہے۔ ولقد أحسن من قال: ع

عقل دُور اندیش می داں کہ تشریفے چنیں
ہیچ دیں پرور ندید وہیچ پیغمبر نیافت

''یعنی دُور اندیش اور عقل مند لوگ جانتے ہیں کہ ایسا شرف نہ کسی دین پرور نے کہیں دیکھا نہ پہلے کسی پیغمبر کو یہ نصیب ہوا۔''

دس رحمتیں، دس گناہ معاف، دس نیکیاں، دس درجات بلند:

2 اس قرآنی آیت کے علاوہ متعدد احادیثِ رسول ﷺ میں بھی نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ جیسا کہ الادب المفرد امام بخاری، سنن نسائی، ابن حبان، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ

وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيئَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ》[1]

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا سورۃ الاحزاب میں ارشادِ گرامی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ [الأحزاب: ٤٣]

''اللہ وہ ذات ہے جو تم پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے تمھارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں، تاکہ وہ تمھیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالے اور اللہ مومنین کے لیے بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

3 صحیح مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْراً》[2]

''جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔''

---

[1] مشكاة بتحقيق الألباني (١/ ٢٩١) وصححه الألباني ومع المرعاة للعلامه عبيد اللّٰه رحماني مباركپورى (٢/ ٤٩٩۔ ٥٠٠) مستدرك حاكم (١/ ٥٥٠) وصححه ووافقه الذهبى وصحيح الأذكار (ص: ٤١) ابو عبيده عبد العزيز، ابو ظبى۔ صحيح الجامع الصغير للألباني (٣/ ٥/ ٢١٦)

[2] مشكاة ايضاً (١/ ٢٩١) ومع المرعاة (٢/ ٤٩٨، ٤٩٩) صحيح الجامع الصغير للألباني (٣/ ٥/ ٣٦١) الترغيب والترهيب امام منذرى (٢/ ٤٩٤) بتعليق مصطفىٰ محمد عمار ه طبع دار الاخاء، بيروت.

4 سنن نسائی و دارمی، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد اور ”فضل الصلاة على النبی ﷺ، لإسماعيل القاضي“ میں حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَ الْبِشْرُ يُرٰى فِيْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ: « إِنَّهٗ جَاءَنِيْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ: أَمَا يُرْضِيْكَ يَا مُحَمَّدُ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْراً، وَلَا يُسَلِّمَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَمْتُ عَلَيْهِ عَشْراً »

”نبی ﷺ ایک دن تشریف لائے، آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر مسرّت کے آثار نمایاں تھے۔ فرمایا: ”میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کا ربّ کہتا ہے: کیا یہ چیز آپ کو راضی کرنے کے لیے کافی نہیں کہ آپ ﷺ کی امّت میں سے جو کوئی آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، میں اس پر دس رحمتیں بھیجوں گا اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام کہے گا، میں اسے دس مرتبہ سلام کہوں گا۔“

سنن نسائی اور مسند احمد کے الفاظ ہیں:

« مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ صَلَاةً كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَ لَهٗ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَهَا » وفي الطبراني: « يَقُوْلُ الْمَلَكُ: وَأَنْتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ »[1]

”آپ ﷺ کی امت میں سے جس نے آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھا

[1] مشكاة (١/ ٢٩٢) وصححه الألباني لشواهده ومع المرعاة (٢/ ٥١٧) مسند أحمد (٤/ ٢٩، ٣٠) مستدرك حاكم (٢/ ٤٢) الترغيب والترهيب (٢/ ٤٩٧)

اللہ اسے دس نیکیاں عطا کرے گا، اس کے دس گناہ معاف کرے گا اور اس کے دس درجات بلند کرے گا، اور جس طرح وہ درود پڑھے گا ویسے ہی اللہ کی طرف سے جواب بھی پائے گا۔'' طبرانی میں ہے: ''فرشتہ اس بندے کو کہتا ہے: اللہ تجھ پر درود پڑھے (رحمتیں نازل کرے)۔''

قبولیّتِ دعا کا نسخہ:

5 ابو داود، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا، اُس نے نماز پڑھی اور دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عَجِلْتَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ! إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰهَ بِمَا هَوَ اَهْلُهٗ وَ صَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهٗ»

''اے نمازی! تم نے جلدی کی ہے۔ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بیٹھ کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کرو اُن الفاظ کے ساتھ کہ جن کا وہ اہل ہے اور مجھ پر درود پڑھو، پھر دعا مانگو۔''

راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک اور آدمی آیا، اس نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

«اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اُدْعُ تُجَبْ»[1]

''اے نمازی! اب جو مانگو گے وہ ملے گا۔''

درود شریف کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جانا:

6 سنن ابی داود، شعب الایمان بیہقی، مسند ابی یعلیٰ اور مسند احمد میں حضرت

[1] دیکھیں: دلائلِ وجوبِ درود، چھٹی دلیل

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُوراً وَ لَا تَجْعَلُوا قَبْرِيْ عِيداً، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ»[1]

''اپنے گھروں کو (مجھ پر درود نہ پڑھ کر) قبریں نہ بنالو اور نہ میری قبر کو میلہ گاہ بناؤ، بلکہ تم مجھ پر (کہیں سے بھی) درود پڑھو، تمھارا درود و سلام مجھے پہنچ جاتا ہے۔''

اس حدیث کے کئی شواہد بھی ہیں۔ مثلاً:

1. ''مصنف ابن أبي شيبة''، ''مسند أبي يعلىٰ''، ''الأحاديث المختاره للضياء المقدسي''، ''الموضح للخطيب'' اور ''فضل الصلاة على النبی صلی اللہ علیہ وسلم لإسماعيل القاضي'' **میں حضرت علی بن حسین بن علی (رضی اللہ عنہما و رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ میرے پڑنانا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:**

«لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِيْ عِيداً وَلَا بُيُوتَكُمْ قُبُوراً، وَ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ وَ تَسْلِيمَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُمَا كُنْتُمْ»[2]

''نہ میری قبر کو میلہ گاہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بناؤ، بلکہ مجھ پر درود پڑھو، تم کہیں بھی ہو تمھارا درود و سلام مجھے پہنچ جاتا ہے۔''

2. **اسی طرح مسند ابی یعلیٰ، المختارہ للضیاء، معجم طبرانی کبیر، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، سنن سعید بن منصور اور تاریخِ دمشق ابن عساکر میں سہیل بن ابی سہیل**

---

[1] أبو داود مع عون المعبود (٦/ ٣١) مشكاة تحقيق الألباني (١/ ٢٩١۔ ٢٩٢) وصححه لشواهده و مع المرعاة (٢/ ٥١٣۔ ٥١٥) مسند أحمد (٢/ ٣٦٧) تحذير الساجد للألباني (ص: ١٤٢)

[2] تحذير الساجد (ص: ١٤٠) المرعاة (٢/ ٥١٥) عون المعبود علامه شمس الحق عظيم آبادی (٦/ ٣٤) وهو مرسل

کہتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کی قبرِ مبارک کو دیکھا تو اس سے چمٹ گئے اور چھونے لگے تو حضرت حسن بن حسن بن علی (رضی اللہ عنہما و رحمہ اللہ) نے انھیں پیچھے کھینچتے ہوئے فرمایا کہ نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«لَا تَتَّخِذُوْا بَيْتِيْ عِيْداً وَ لَا تَتَّخِذُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ، وَصَلُّوْا عَلَيَّ حَيْثُمَا كُنْتُمْ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ»[1]

''میرے گھر کو میلہ گاہ نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بناؤ، بلکہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو، تمھارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔''

3 ایک تیسرا شاہد ملاحظہ ہو۔ سنن سعید بن منصور میں حضرت ابو سعید رحمہ اللہ مولیٰ المہدی سے مرسلاً ہی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِيْ عِيْداً، وَلَا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْراً، وَصَلُّوْا عَلَيَّ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ»[2]

''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبر بناؤ، بلکہ مجھ پر (گھر سے ہی) درود پڑھ دو، مجھے پہنچ جائے گا۔''

یہ مرسل روایات بطورِ شاہد ہیں اور بقول امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ اس بات کا پتا دیتی ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مسند مرفوع حدیث ثابت ہے۔[3]

کیا درود پڑھنے والے شخص کی آواز نبی ﷺ کو پہنچائی جاتی ہے؟

سابقہ موضوع سے ملتا جلتا ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔ اس کے بارے میں ایک

---

1 الترغيب والترهيب (٢/ ٤٩٨) وحسنه المنذری۔ تحذير الساجد (ص: ١٤٠، ١٤١) عون المعبود (٦/ ٣٤) المرعاة (٢/ ٥١٥) وهو مرسل أيضاً

2 عون المعبود (٦٥/ ٣٤) المرعاة (٢/ ٥١٥)

3 حوالہ جاتِ سابقہ

سائل کا سوال اور مجلۃ الدعوۃ کے مولانا مبشر احمد ربانی صاحب کا جواب افادۂ عام کے لیے پیشِ خدمت ہے:

سوال بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے جس خطے میں بھی درود پڑھا جائے تو وہ آواز نبی کریم ﷺ کو پہنچ جاتی ہے اور آپ ﷺ سنتے ہیں۔ اس کے لیے وہ امام ابن قیم کی ''جلاء الأفهام'' (ص: ٩٦) سے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ ہیں: «لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ» کیا یہ روایت صحیح ہے؟ بالتفصیل وضاحت فرمائیں۔ جزاکُمُ اللّٰہُ خَیْراً (محمد عثمان۔ لاہور)

جواب نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر درود پڑھنا ہر مسلم پر لازم ہے اور درود نہ پڑھنے والا بخیل وغیرہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس نبی (ﷺ) پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے رہو۔''

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہیے اور احادیثِ صحیحہ میں آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنے کے بہت سارے فضائل بھی وارد ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بات کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ دنیا میں جہاں بھی درود پڑھا جا رہا ہو اس کی آواز آپ ﷺ سنتے ہیں یا وہ آواز آپ ﷺ تک پہنچ جاتی ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے صلوٰۃ وسلام پر جو کتاب بنام ''جلاء الأفهام'' تحریر کی ہے اس میں ایک روایت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قال الطبراني: حدثنا يحيىٰ بن أيوب العلاف حدثنا سعيد ابن أبي مريم عن خالد بن يزيد عن سعيد بن أبي هلال عن أبي الدرداء رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: « اَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهٗ يَوْمٌ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَآئِكَةُ، لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَنِيْ صَوْتُهٗ حَيْثُ كَانَ » قُلْنَا: وَ بَعْدَ وَفَاتِكَ؟ قَالَ: « وَ بَعْدَ وَفَاتِيْ، اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ »

ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعہ والے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ یہ ایسا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو آدمی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔'' ہم نے کہا: آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری وفات کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔''

یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اِنَّ اِسْنَادَهٗ لَا يَصِحُّ'' **''بلاشبہ اس کی سند صحیح نہیں۔''**[1]

اس کی سند صحیح نہ ہونے کی دو علّتیں ہیں:

1 سعید بن ابی مریم اور خالد بن یزید کے درمیان انقطاع ہے۔ یعنی سعید نے یہ روایت خالد سے نہیں سنی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خالد بن یزید ۱۳۹ھ میں فوت ہوئے۔[2] **جبکہ سعید بن ابی مریم کی ولادت ۱۴۴ھ میں ہوئی۔**[3] **یعنی سعید خالد کی**

---

[1] القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع ﷺ (ص: ١٥٩)

[2] تهذيب التهذيب (٢/ ١٧٨)

[3] تهذيب التهذيب (٢/ ٢٩٦)

وفات کے پانچ سال بعد پیدا ہوا۔ لہٰذا جو راوی اوپر والے راوی سے پانچ سال بعد پیدا ہوا ہو اس کا سماع کس طرح ہو سکتا ہے اور اس کی روایت کیسے درست اور صحیح ہو سکتی ہے!

2 دوسری علّت یہ ہے کہ سعید بن ابی ہلال اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھی انقطاع ہے۔ سعید بن ابی ہلال مصر میں ۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔[1] جبکہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہو چکے تھے۔[2] اور عثمان رضی اللہ عنہ ذی الحجہ ۳۵ھ میں شہید کر دیے گئے تھے۔ لہٰذا ۷۰ھ میں پیدا ہونے والا شخص ۳۵ھ میں فوت ہونے والے سے ملاقات وسماع کیسے کر سکتا ہے؟ یعنی ابو درداء رضی اللہ عنہ کی وفات کے تقریباً ۳۵ سال بعد سعید بن ابی ہلال مصر میں پیدا ہوا۔ امام صلاح الدین العلائی رحمہ اللہ نے "جامع التحصیل" (ص: ٢٢٤) میں لکھا ہے کہ سعید کی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے مرسل ہے تو جابر رضی اللہ عنہ سے پہلے فوت ہونے والے صحابی ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے اور قابلِ حجت نہیں۔

علاوہ ازیں امام سخاوی رحمہ اللہ نے "القول البدیع" (ص: ١٥٨) میں "معجم طبرانی کبیر" سے یہ روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَاَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِي فِي الْكَبِيْرِ بِلَفْظٍ: «اَكْثِرُوا الصَّلَاةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَاِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَآئِكَةُ، لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا بَلَغَتْنِيْ صَلَاتُهُ حَيْثُ كَانَ»

"امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں یہ روایت ان الفاظ کے

---

1 تهذيب التهذيب (٢/ ٣٤٢)

2 تقريب (ص: ٥٢٠)

ساتھ نقل کی ہے: یعنی ''جمعہ والے دن کثرت سے صلوٰۃ بھیجو، یہ ایسا دن ہے کہ جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ نہیں ہے کوئی بندہ جو مجھ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے مگر مجھے اس کی صلوٰۃ پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو۔''

یعنی ''جلاء الأفهام'' میں ''بَلَغَتْنِيْ صَوْتُهٗ'' ہے، جبکہ ''القول البديع'' میں طبرانی کے حوالے سے ''صَوْتُهٗ'' کے بجائے ''صَلَاتُهٗ'' ہے۔ پہلے الفاظ کا مطلب ہے: ''مجھے صلاۃ پڑھنے والے کی آواز پہنچ جاتی ہے'' جبکہ دوسرے الفاظ کا مطلب ہے: ''مجھے اس کی صلاۃ پہنچ جاتی ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے متن کے نقل کرنے میں اختلاف ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ''جلاء الأفهام'' میں تصحیف ہوگئی ہے، ''صَلَاتُهٗ'' کا لفظ ''صَوْتُهٗ'' سے بدل گیا ہے اور صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ کو درود پڑھنے والے کا درود پہنچ جاتا ہے، نہ کہ اس کی آواز۔ اور اس کی تاکید دیگر احادیثِ صحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔ آواز پہنچنے والی روایات سند اور متن کے لحاظ سے کمزور ہیں۔ اس لیے جو لوگ کہتے ہیں: ع

ہم یہاں پہ پڑھیں وہ وہاں پہ سنیں
ان کی ایسی سماعت پہ لاکھوں سلام!

ان کی یہ بات بے سند اور بلا دلیل ہے۔[1]

مشکلات و مصائب کا حل اور گناہوں کا کفّارہ:

7 سنن ترمذی، مستدرك حاكم، فضل الصلاة على النبی ﷺ لإسماعيل القاضي اور مسند احمد میں حضرت ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی

[1] مجله الدعوة، مئی ۲۰۰۰ء.

ہے کہ میں نے نبیِ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول!

''اِنِّي اُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِيْ؟''

''میں آپ پر بکثرت درود شریف پڑھتا ہوں، اس کے لیے اپنے کل وقت میں سے کتنا خاص کروں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَاشِئْتَ)). ''جتنا چاہو۔''

میں نے عرض کیا: ''چوتھائی''؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا شِئْتَ، فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ))

''جتنا چاہو، لیکن اگر (چوتھائی سے) زیادہ کرو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔''

میں نے عرض کی: ''آدھا؟'' آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''جتنا چاہو، لیکن اگر اس سے بھی زیادہ کرو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''دو تہائی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھاری مرضی، لیکن اگر اس سے بھی بڑھا لو تو تمھارے حق میں بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی:

''اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِيْ كُلَّهَا'' قال: ((اِذَنْ تُكْفٰى هَمُّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ)) [1]

''میں سارا وقت آپ ﷺ پر درود پڑھنے میں وقف کر دیتا ہوں۔'' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تو تمھارے تمام دُکھ و درد دور ہو جائیں گے اور تمھارے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔''

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے:

((اِذَنْ يَكْفِيَكَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَا اَهَمَّكَ مِنْ دُنْيَاكَ وَ

---

[1] مستدرك حاكم (٢/ ٤٢١) فضل الصلاة على النبى ﷺ لإسماعيل القاضي بتحقيق الألباني (ص: ٣٢) مشكاة (١/ ٢٩٣) وحسنه ومع المرعاة (٢/ ٥١٧_ ٥١٩)

آخِرَتِكَ ﴾[1]

''تب اللہ تعالیٰ تمھارے دنیا و آخرت کے تمام تفکرات و مشکلات کے لیے خود ہی کافی ہو جائے گا۔''

معجم طبرانی میں ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

﴿ اِذَنْ يَكْفِيكَ اللّٰهُ مَا هَمَّكَ مِنْ أَمْرِ دُنْيَاكَ وَ آخِرَتِكَ ﴾[2]

''تب تو تمھاری دنیا و آخرت کی تمام مشکلات کو اللہ آسان کر دے گا۔''

8 صحیح مسلم، سنن ابی داود اور ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ، فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْراً... الخ ﴾[3]

''جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو تم بھی اسی طرح کہتے جاؤ اور آخر میں مجھ پر درود بھیجو۔ کیوں کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر اس کے بدلے اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

جو مانگو سو ملے:

9 سنن ترمذی و ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے تھے۔ جب میں نے بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور پھر اپنے لیے دعا مانگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] وقال المنذري: إسناده جيد. (اس کی سند بہت اچھی ہے)

[2] قال صاحب المرعاة: بإسناد حسن. (اس کی سند حسن درجہ کی ہے)

[3] دیکھیں: مقاماتِ درود، چھٹا مقام (جہاں تفصیلی حوالہ جات آ رہے ہیں)

«سَلْ تُعْطَهْ، سَلْ تُعْطَهْ»[1] ''مانگو اور پاؤ، مانگو اور پاؤ۔''

سلامِ الٰہی کا انعامِ بے بدل:

[10] سنن کبریٰ بیہقی، مسند أحمد، مستدرك حاکم اور فضل الصلاة على النبی ﷺ لاسماعيل القاضي میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ گھر سے نکلے اور کھجوروں کے ایک باغ میں داخل ہوگئے، وہاں آپ ﷺ سربسجود ہوئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میں ڈر گیا مبادا آپ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی ہو۔ میں نے قریب ہو کر دیکھا تو آپ ﷺ نے سرِ اقدس کو اٹھایا اور مجھ سے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' میں نے اپنا خدشہ بیان کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ لِيْ: أَلَا اُبَشِّرُكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ لَكَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ صَلَاةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ»[2]

''جبرائیل علیہ السلام نے آکر مجھ سے کہا: کیا میں آپ ﷺ کو خوش خبری نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے پیغام دیا ہے کہ جس نے آپ ﷺ پر درود بھیجا میں اُس پر رحمتیں نازل کروں گا اور جس نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا میں اُس پر سلام بھیجوں گا۔''

قبولیتِ نماز کا ذریعہ:

[11] علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ''جلاء الأفهام'' میں تین احادیث نقل کر کے لکھا

---

[1] دیکھیں: دلائلِ وجوبِ درود، ساتویں دلیل (جہاں تفصیلی تخریج آرہی ہے)

[2] مشكاة (١/ ٣٩٥، ٣٩٦) وقال جيد: مسند أحمد (١/ ١٩١) البيهقي (٢/ ٣٧٠) مع المرعاة (٢/ ٥٢٨۔ ٥٢٩) الترغيب والترهيب (٢/ ٤٩٥)

ہے کہ انفرادی طور پر تو ان کی سندیں قابلِ حجت نہیں، لیکن اگر ان تینوں کو اکٹھا کیا جائے تو یہ مضبوط ہو جاتی ہیں۔ ان تینوں میں سے ایک دارقطنی و بیہقی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی مرفوع حدیث ہے:

«لَا صَلَاةَ اِلَّا بِطُهُوْرٍ وَ بِالصَّلَاةِ عَلَيَّ »[1]

''وضو کیے اور مجھ پر درود پڑھے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔''

[12] دوسری حدیث ابن ماجہ، دارقطنی، بیہقی، مستدرک حاکم اور معجم طبرانی کبیر میں حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں مذکور ہے:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ »[2]

''جو نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔''

[13] تیسری حدیث سنن دارقطنی میں حضرت بُریدۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں نبی ﷺ کے الفاظ ہیں:

« يَا بُرَيْدَةُ! اِذَا صَلَّيْتَ فِيْ صَلَاتِكَ فَلَا تَتْرُكَنَّ التَّشَهُّدَ وَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ، فَاِنَّهَا زَكَاةُ الصَّلَاةِ»[3]

''اے بریدۃ! جب تم نماز پڑھو تو تشہد (سلام) اور مجھ پر درود پڑھنا ہرگز نہ چھوڑو! یہ تو نماز کی زکات ہے۔''

روزِ قیامت قربِ مصطفیٰ ﷺ:

[14] ترمذی شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً»[4]

---

[1] دیکھیں: دلائلِ وجوبِ درود، دلیل نمبر ۱۰۔ ذیلی نمبر ۱ (جہاں تخریج آرہی ہے)

[2] دیکھیں: دلائلِ وجوبِ درود، دلیل نمبر ۱۰ ذیلی نمبر ۲ (جہاں تخریج مذکور ہے)

[3] دیکھیں: دلائلِ وجوبِ درود، دلیل نمبر ۱۰، ذیلی نمبر ۴ (جہاں تخریج ہے)

[4] بحواله مشكاة بتحقيق شيخ ألباني، رقم الحديث (۹۲۳)

''قیامت کے دن لوگوں میں میرے قریب ترین وہ شخص ہوگا جو مُجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔''

شفاعتِ مصطفوی ﷺ، نیکیاں اور فرشتوں کی دعائیں:

15 ''فضل الصلاة علی النبی ﷺ'' (حدیث: ۵۰) میں اسماعیل القاضی نے روایت بیان کی ہے، جس میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ صَلَّى عَلَيَّ اَوْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَقَّتْ عَلَيهِ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[1]

''جس نے مجھ پر درود بھیجا یا میرے لیے مقامِ وسیلہ کا سوال کیا، قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت وسفارش پکی ہوگئی۔''

16 معجم طبرانی کبیر میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ صَلّى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْراً وَحِيْنَ يُمْسِيْ عَشْراً اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[2]

''جس نے ہر صبح دس مرتبہ اور ہر شام دس مرتبہ مجھ پر درود پڑھا وہ قیامت کے دن میری شفاعت و سفارش کا حق دار ہوگا۔''

17 ''فضل الصلاة علي النبی ﷺ'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ صَلّى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً كَتَبَ اللّٰهَ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ»[3]

---

[1] فضل الصلاة على النبی ﷺ للقاضي إسماعيل، رقم الحديث (۵۰)

[2] صحيح الجامع الصغير، رقم الحديث (٦٢٣٣)

[3] فضل الصّلاة على النبي ﷺ (ص: ١١)

''جس نے مجھ پر ایک مرتب درود پڑھا اللہ اسکے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔''

18 ''فضل الصلاة على النبيﷺ'' میں ہی حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّيْ عَلَيَّ اِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَآئِكَةُ مَا صَلّى عَلَيَّ، فَلْيُقِلَّ اَوْ لِيُكْثِرْ» [1]

''جب کوئی شخص مجھ پر دُرود پڑھتا ہے تو جب تک وہ دُرود پڑھتا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، اب چاہے وہ کم پڑھے یا زیادہ۔''

جوابِ سلام از نبی خیر الانام ﷺ:

19 ''سنن أبي داود'' اور ''فضل الصلاة على النبیﷺ لإسماعيل القاضي'' میں حسن درجہ کی سند والی ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ» [2]

''جب بھی کوئی مجھ پر درود و سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف واپس کردیتا ہے، یہاں تک کہ میں سلام کہنے والے کا جواب نہ دے لوں۔''

یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دنیوی زندگی کے اعتبار سے نبی اقدس ﷺ وفات پاچکے ہیں، جیسا کہ سورۃ الزمر (آیت: ۳۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

---

[1] بحواله مشكاة بتحقيق علامه ألباني (٩٢٥)

[2] فضل الصلاة على النبیﷺ للقاضی، رقم الحديث (٦)

﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾

''یقیناً آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ (کفار ومشرکین) بھی مرنے والے ہیں۔''

اسی طرح سورت آل عمران (آیت:۴۴) اور سورۃ الانبیاء (آیت:۳۴) میں بھی اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ جبکہ حیات ومماتِ رسول ﷺ وہ مسئلہ ہے جس میں سب سے پہلے اختلاف ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وفاتِ نبی ﷺ پر سخت رویہ اور نبی ﷺ کے فوت ہو جانے کا کہنے والے کو قتل کرنے کی دھمکی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ آیت پڑھنا:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [آل عمران: ١٤٤]

''اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا:

''مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مِنْكُمْ مُحَمَّداً ﷺ فَاِنَّ مُحَمَّداً ﷺ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ'' [1]

''تم میں جو کوئی حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ اس کا

[1] صحيح البخارى، كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت إذا أدرج في إكفانه، رقم الحديث (١١٨٥)

معبود مر گیا ہے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ اس کا معبود زندہ ہے، اسے موت نہیں ہے۔''

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ما بین وفاتِ رسول ﷺ کو قبول کرنے کا باعث ہوا۔ گویا یہی وہ مسئلہ ہے جس پر اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ پھر آپ ﷺ کو غسل دیا جانا، کفن پہنایا جانا اور قبرِ مبارک میں دفن کرنا وفات کے بعد ہی تو تھا۔ البتہ برزخی زندگی میں آپ ﷺ زندہ ہیں، جیسا کہ شہداء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ (آیت:۱۵۴) میں فرمایا ہے:

''وہ زندہ ہیں مگر تمھیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔''

اس حدیث میں ہے کہ ''میں سلام کا جواب دیتا ہوں'' اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔ بلکہ ہمیں صرف اتنا ہی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ نے جتنا بتا دیا ہے اس پر عمل کر لیں، اسے تسلیم کریں اور مزید کھوج کرید کے بجائے خاموشی اختیار کریں۔ اسی میں ہمارے ایمان کی سلامتی پنہاں ہے۔

وفاتِ مصطفیٰ ﷺ کے بعد سلام کا ایک انداز

نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں تو تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' کہا جاتا تھا، لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یا کم ازکم بعض نے سلام کا ایک نیا انداز اختیار کرلیا تھا، جس کے بارے میں کچھ تفصیل پیشِ خدمت ہے:

''السَّلَامُ علَی النَّبِیِّ'' کہنے کا جواز:

1 صحیح بخاری و مسلم، مسند سراج وابی یعلیٰ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود ﷺ نے فرمایا کہ جب نبی مکرم ﷺ زندہ تھے تو ہم تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ''کہا کرتے تھے کہ اے نبی! آپ ﷺ پر سلامتی ہو! اور جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو ہم حاضر مخاطب کے اس صیغہ کے بجائے غائب کے صیغہ سے درود بھیجتے اور یہ کہتے تھے:

«اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ»[1] ''نبی ﷺ پر سلام ہو۔''

اس میں شک کی کوئی گنجایش نہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا محض اپنی مرضی سے نہیں کرلیا تھا بلکہ اس سلسلے میں نبی ﷺ کا کوئی ارشاد ان کے سامنے ہوگا۔

2 اس بات کی تائید مصنف ابن ابی شیبہ، مسند سراج و مسند حسن بن سفیان اور

[1] صحيح البخاري (٢/ ٣١١، ٨/ ١٣) صحيح مسلم (٢/ ٤/ ١١٦۔ ١١٧) الفتح الرباني (مسند أحمد) ترتيب علامه احمد عبد الرحمٰن البنّا (٤/ ٥۔ ٦) أبو داود مع العون (٣/ ٢٤٩۔ ٢٥٠) موطا مع الزرقاني (١/ ١٨٨) المنتقىٰ للمجد ابن تيمية مع نيل الأوطار (٢/ ٤/ ٢٧٨) صفة صلاة النبى ﷺ للألباني (ص: ٩٥، ٩٦)

الفوائد للمخلص میں دو صحیح سندوں سے مروی اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے بھی ہوتی ہے، کیوں کہ وہ بھی لوگوں کو تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِيِّ'' کے الفاظ سے ہی سلام سکھلایا کرتی تھیں۔[1]

اسی طرح اس بات کا پتا مصنف عبد الرزاق میں امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی اثر سے بھی چلتا ہے جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباري'' میں ایک قوی متابع قرار دیا ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں:

«اِنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا يَقُوْلُوْنَ وَ النَّبِيُّ ﷺ حَيٌّ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ، فَلَمَّا مَاتَ قَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ»[2]

''جب نبی ﷺ زندہ تھے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہ کہا کرتے تھے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' (اے نبی! آپ پر سلام ہو) اور جب نبی ﷺ فوت ہوگئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہنا شروع کردیا: ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' (سلام ہو نبی ﷺ پر)۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بیان کردہ اس تفصیل کو علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ جیسے کبار محققین علماء نے بھی ذکر کیا ہے اور ان کا کوئی تعاقب نہیں کیا، بلکہ ان کے ساتھ موافقت کی ہے جس سے ان کی اس کلام کا وزن معلوم ہو جاتا ہے۔[3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ عمل محض ذاتی اجتہاد نہیں بلکہ نبی ﷺ کی طرف سے توقیف پر مبنی تھا، کیوں کہ کوئی شخص نبی ﷺ کی تعلیم میں خود اپنی طرف سے کوئی تصرّف کرنے کی جسارت نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ ایسا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے قاطع

---

[1] نيل الأوطار لإمام شوكاني (٢/ ٤/ ٢٧٩) إرواء الغليل لعلامة ألباني (٢/ ٢٧) تحقيق المشكاة (١/ ٢٨٦) صفة الصلاة (ص: ٩٦)

[2] فتح الباري حافظ ابن حجر عسقلاني (٢/ ٣١٤) وصححه

[3] دیکھیں: شرح زرقاني (١/ ١٨٨) فتح الباري (٢/ ٣١٤) صفة صلاة النبي (ص: ٩٦۔ ٩٧)

شرکیات وقامع بدعات شخصیت سے سرزد ہو۔ سنن دارمی اور دیگر کتب میں ان کا وہ واقعہ معروف ہے کہ جب کچھ لوگوں نے مسجد میں حلقہ بنا کر ایک شخص کی آواز پر ''سُبُحَانَ اللّٰه'' اور ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' کہنا شروع کر دیا تھا اور ان میں سے ہر شخص کے سامنے کنکریاں رکھی تھیں جنھیں وہ گن رہا تھا تو انھوں نے سختی کے ساتھ اس کی تردید فرمائی تھی۔

خصوصاً جبکہ ''مصنف ابن أبي شيبه'' (١/ ٢٩٤) اور ''معاني الآثار للطحاوي'' (١/ ١٥٧) میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب اپنے ساتھیوں کو تشہد سکھلاتے تو الف اور واؤ تک میں باقاعدہ مؤاخذہ کرتے تھے۔ یعنی باریک چیزوں پر بھی توجہ دیتے کہ زیر کا زبر نہ ہونے پائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اثر بھی مصنف ابن ابی شیبہ، مسند سراج اور فوائد المخلص میں دو صحیح سندوں سے مروی ہے کہ وہ بھی اسی طرح تشہد سکھلایا کرتی تھیں جس میں ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' کے الفاظ ہوتے تھے:

''عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها اَنَّهَا كَانَتْ تُعَلِّمُهُمُ التَّشَهُّدَ فِيُ الصَّلَاةِ... اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ''[1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں تشہد یوں سکھلایا کرتی تھیں:... اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ۔''

یہ آثار بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عمل توقیف پر مبنی تھا نہ کہ اجتہاد پر۔ کیونکہ یہ خالص تعبّدی عمل ہے جس میں اجتہاد کا دخل ہی نہیں ہوتا۔

سلام کے ان دونوں صیغوں میں بظاہر تو معمولی سا فرق ہے کہ ایک میں خطاب کا صیغہ ہے تو دوسرے میں غائب کا، جبکہ اہلِ نظر کے لیے اس بظاہر معمولی

---

[1] النيل (٢/ ٤/ ٢٧٩) الإرواء (٢/ ٢٧)

فرق میں معانی کا ایک جہاں پوشیدہ ہے جن کی روشنی میں نبی ﷺ کے بارے میں ''حاضر و ناظر'' کا عقیدہ رکھنے والوں کی اس دلیل کی بھی خوب قلعی کھل جاتی ہے۔ اسی لیے اس کی کچھ اور تفصیل بھی ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ سبکی نے ''شرح المنہاج'' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کو صرف ابوعوانہ کے حوالے سے ذکر کر کے لکھا ہے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِيِّ'' کہنے کے الفاظ ثابت ہو جائیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِيُّ'' کہنا واجب نہیں، بلکہ ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِيِّ'' بھی کہا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے علامہ سبکی کا یہ کلام نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث بلا شک و شبہہ صحیح و ثابت ہے (کیوں کہ یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے)۔

ایک وضاحت:

آگے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک اشکال کا حل اور ایک اعتراض کو وارد کر کے اس کی وضاحت بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

اب رہی وہ حدیث جو سنن سعید بن منصور میں ہے جس میں ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود کے طریق سے ان کے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں یہ تشہد سکھایا تھا اور پھر آگے خطاب کے صیغہ والا تشہد ذکر کیا، اسی میں ابوعبیدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«اِنَّا كُنَّا نَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِيُّ، اِذَا كَانَ حَیاً»

''ہم کہا کرتے تھے: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِيُّ'' جب نبی ﷺ زندہ تھے۔'' تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«هَكَذا عُلِّمْنَا وَهٰكَذَ ا نُعَلِّمُ»[1]

---

[1] فتح الباري وبحواله سابقه أيضاً

''یہی ہمیں سکھایا گیا ہے اور یہی ہم سکھلاتے ہیں۔''

اس حدیث سے یہ شک پڑتا ہے کہ شاید غائب کے صیغہ کا استعمال جائز نہ ہو گا، اسی لیے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' ہی سکھلانے کی بات کی ہے، جبکہ درحقیقت ایسی کوئی بات نہیں، کیوں کہ صحیح بخاری شریف میں وارد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی غائب کے صیغہ سے ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ'' بھی ثابت ہے جو ابو معمر کی روایت ہے اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ والی سنن سعید بن منصور کی روایت اس کا مقابلہ نہیں سکتی، کیوں کہ ابو عبیدہ کا تو اپنے والد گرامی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ہی ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ سند ہی اس انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہوئی۔ بھلا کوئی ایسی روایت صحیح بخاری کی حدیث کے مقابلہ میں کیسے پیش کی جاسکتی ہے؟''[1]

اسی طرح موطا امام مالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

«اِنَّهٗ کَانَ یَتَشَهَّدُ فَیَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ»[2]

''وہ تشہد پڑھتے تو یوں کہتے: اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔''

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آج اگر کوئی اس طرح سلام کرتا یا تشہد پڑھتا ہے تو جائز ہے۔

اس اندازِ سلام سے اس بات کا بھی پتا چل جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ اچھی

---

[1] حوالہ جات سابقہ

[2] موطا مع الزرقاني (١/ ١٨٧) الإرواء (٢/ ٢٧) وصححه على شرط الشيخين. **مزید تفصیل کے لیے دیکھیں:** صفة صلاة النبی ﷺ (ص: ١٧، ٢٥) مقدمه طبع مكتبة المعارف الرياض وإرواء الغليل (٢/ ٢٦۔ ٢٧)

طرح جانتے تھے کہ نبی ﷺ فوت ہوگئے ہیں اور ان کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد انھوں نے آپ ﷺ کو ''خطاب'' کے صیغہ کی بجائے ''غائب'' کے صیغہ سے سلام کہنا شروع کردیا تھا۔ نبی ﷺ کو حاضر وناظر کہنے اور ماننے والے توجہ فرمائیں...! عقیدے کے کتنے پختہ اور صاف ستھرے تھے صحابہ کرام! رضي اللّٰه عنهم وأرضاهم.

تارکینِ درود کے لیے وعید

درود شریف کے بکثرت فضائل و برکات کے ساتھ ہی تارکینِ درود کے لیے احادیثِ رسول ﷺ میں سخت وعید بھی آئی ہے۔ مثلاً:

رحمتِ الٰہی سے دُوری:

1 ایک حدیث جو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کئی کتبِ حدیث میں مروی ہے جس کی طویل تخریج بھی ہم ذکر کرنے والے ہیں کہ حدیث کی کس کس کتاب میں کس کس صحابی کی روایت ہے۔ ہماری مراد وہ حدیث ہے جس کی بعض روایات میں منبر اور اسکی تین سیڑھیوں پر نبی ﷺ کے تین مرتبہ آمین کہنے اور بعد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر وجہ بتانے کا ذکر آیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام دیا۔ بعض روایات میں منبر، سیڑھیوں، جبرائیل علیہ السلام اور آمین کے ذکر کے بغیر ہی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُغْفَرَ لَهٗ، وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْکِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ، وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْكَ» [1]

”اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کی موجودگی میں ماہِ رمضان آیا اور

---

[1] دیکھیں: دلائلِ وجوبِ درود، نویں دلیل، وہیں تخریج بھی ہے۔

اس حال میں نکل بھی گیا کہ اس نے اپنی بخشش نہ کروالی۔اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور انھوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا۔ اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود ہو جس کے سامنے (اے نبی!) آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ ﷺ پر درود نہ پڑھا۔''

بخیل کون؟

2 سنن ترمذی، نسائی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، معجم طبرانی کبیر اور عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی اور مسند احمد میں حضرت علی اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَلْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ»[1]

''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکرِ جمیل آیا اور اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔''

اس حدیث میں نبی ﷺ کے ذکرِ جمیل پر درود شریف نہ پڑھنے والے کو وعید سنائی گئی ہے اور اُسے بخیل شمار کیا گیا ہے۔

قبولیتِ دعا میں رکاوٹ:

3 اسی موضوع کے بعض آثار بھی ہیں جیسا کہ شعب الایمان بیہقی، معجم طبرانی اوسط اور مسند فردوس دیلمی میں حضرت علی و انس رضی اللہ عنہما سے موصولاً اور موقوفاً مروی ہے جسے بعض کبار محدثینِ کرام نے موصولاً بھی صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ اس کے کئی شواہد بھی ہیں۔ اس میں ہے:

---

[1] دیکھیں: دلائلِ وجوبِ درود، آٹھویں دلیل، وہیں حوالہ جات مذکور ہیں۔

«كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ حَتَّى يُصَلِّى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ»[1]

''ہر دعا اُس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔''

راہِ جنّت گم:

4 سنن ابنِ ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِئَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ»[2]

''جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ گم کر بیٹھا۔''

روزِ قیامت حسرت و ندامت:

5 صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

« مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَداً لَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَيُصَلُّوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لِلثَّوَابِ»[3]

''کوئی قوم جب کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے اور نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے تو قیامت کے دن وہ مجلس ان لوگوں کے لیے حسرت و ندامت کا باعث ہوگی اگر چہ دوسری نیکیوں کی وجہ سے وہ جنّت میں ہی کیوں نہ چلے گئے ہوں۔''

---

1 تفصیلی تخریج کے لیے دیکھیں: دلائلِ وجوبِ درود، دسویں دلیل

2 صحيح سنن ابن ماجه للألباني، رقم الحديث (٧٤٠)

3 بحواله سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، رقم الحديث (٧٦)

سب سے بڑا بخیل:

6 جبکہ اسی موضوع کے تحت نمبر۲ والی حدیث کی طرح "فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ" میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں تو نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«اِنَّ اَبْخَلَ النَّاسِ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ»[1]

"لوگوں میں سے سب سے بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکرِ جمیل آئے اور وہ مجھ پر درور نہ پڑھے۔"

اس حدیث میں تو نبی ﷺ کے ذکر پر درود نہ پڑھنے والے شخص کو سب سے بڑا بخیل قرار دیا گیا ہے۔

---

1 فضل الصلاة على النبي ﷺ، رقم الحديث (٣٧)

”الصلاۃ“ کا معنیٰ اور صیغے

”الصلاۃ“ (درود شریف) کا مفہوم و معنیٰ:

درود شریف کے مختلف صیغوں کی تفصیل میں جانے سے قبل اس کے معنیٰ ومفہوم کے تعیّن کے سلسلے میں مختصراً عرض ہے کہ درود شریف جسے عربی میں ”صلاۃ“ کہا جاتا ہے، اس ”صلاۃ“ کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ”فتح الباري“ میں کافی تفصیل بیان کی ہے اور کہا ہے کہ سب سے صحیح تر بات ابوالعالیہ رحمہ اللہ کا قول ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

”صَلَاۃُ اللّٰہِ عَلٰی نَبِیِّہٖ ثَنَاءُہٗ وَ تَعْظِیْمُہٗ عِنْدَ الْمَلَآئِکَۃِ، وَ صَلَاۃُ الْمَلَآئِکَۃِ وَ غَیْرِھِمْ عَلَیْہِ طَلَبُ ذٰلِكَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی، وَالْمُرَادُ طَلَبُ الزِّیَادَۃِ لَا طَلَبُ اَصْلِ الصَّلَاۃِ“

”اللہ کا اپنے نبی پر درود پڑھنا اس کا فرشتوں کے سامنے آپ کی تعریف و تعظیم کرنا ہے، فرشتوں وغیرہ کا درود پڑھنا ان کا اللہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے درود طلب کرنا ہے اور مراد مزید درود طلب کرنا ہے نہ کہ صرف اصل درود طلب کرنا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ”صلاۃ“ کا معنی رحمت ہے جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو، اور فرشتوں کی طرف ہو تو ”صلاۃ“ بمعنی مغفرت ہے۔ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے یہاں موصولاً مروی ہے

کہ ابو العالیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"صَلَاۃَ اللّٰہِ ثَنَاءُہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلَآئِکَۃِ وَصَلَاۃُ الْمَلَآئِکَۃِ الدُّعَاءُ لَہٗ"[1]

''اللہ کے درود پڑھنے سے مراد اس کا فرشتوں کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنا ہے اور فرشتوں کے درود پڑھنے کا مطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائیں کرنا ہے۔''

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے مقاتل بن حیان سے روایت بیان کی ہے:

«صَلَاۃُ اللّٰہِ مَغْفِرَتُہٗ، وَصَلَاۃُ الْمَلَآئِکَۃِ الِاسْتِغْفَارُ لَہٗ»[2]

''اللہ کا درود پڑھنا مغفرت وبخشش کے اعلان سے عبارت ہے اور فرشتوں کے درود سے دعائے مغفرت مراد ہے۔''

حافظ عسقلانی رحمہ اللہ نے اس معروف معنیٰ یعنی اللہ کی طرف سے صلوٰۃ برائے رحمت ہونے سے اتفاق نہیں کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کی طرف سے صلوٰۃ کا معنیٰ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ جمیل کو دنیا میں بلند کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو غالب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو رہتی دنیا تک باقی رکھنا اور آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجرِ جزیل عطا کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو قبول کرنا۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے "جلاء الأفهام" میں اس کی اتنی تفصیل ذکر کی ہے جتنی کسی دوسرے کے یہاں نہیں ہے۔[3]

---

[1] فتح الباري (٨/ ٥٣٢۔ ٥٣٣)

[2] حوالہ سابقہ

[3] تفصیل کے لیے دیکھیں: فتح الباري (٨/ ٥٣٣، ١١/ ١٥٥) الفتح الرباني ترتيب مسند أحمد الشيباني (٤/ ٢٠) جلاء الأفهام لابن القيم (ص: ٧٢، ٧٣) دار الكتب العلميه بيروت. صفة صلاة النبى ﷺ (ص: ٩٨)

فرشتوں کی طرف سے درود کا معنیٰ دعائے رحمت و مغفرت ہونے کا تذکرہ تو صحیح بخاری شریف میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«اَلْمَلَآئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلَی اَحَدِکُمْ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ مَا لَمْ یُحْدِثْ»

''تم میں سے جب کوئی نمازی وضو توڑے بغیر اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہے تو وہ سارا وقت فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔''

آگے فرمایا کہ وہ کہتے ہیں:

«اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ»[1]

''اے اللہ! اس کی مغفرت فرما! اے اللہ! اس پر رحم فرما!۔''

جب اللہ تعالیٰ یا فرشتوں کی طرف سے بندوں پر درود ہو تو اس کا معنیٰ رحمت نازل کرنا اور رحمت کی دعا کرنا ہوتا ہے۔ یہ بات سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَآئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ الصُّفُوْفَ»[2]

''صفوں کو ملانے والے لوگوں پر اللہ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے رحمت کی دعائیں فرماتے ہیں۔''

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الصلاة، باب الحدث فِي المسجد

[2] صحيح سنن أبي داود للألباني، رقم الحديث (٦٨٠)

درود شریف کے صیغے

درود شریف کے متعدد صیغے نبیِ اکرم ﷺ نے سکھلائے ہیں جو صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

پہلا صیغہ:

ان میں سے پہلا صیغہ تو وہی ہے جو مشہور و معروف اور زبان زدِ خاص و عام ہے جسے صلاۃِ ابراہیمیہ یا درودِ ابراہیمی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ، مسند حمیدی اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، ''مُجمع علی الصِّحَّۃ'' ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ سورۃ الاحزاب کی آیت:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا اے ایمان والو! تم بھی نبی (ﷺ) پر درود بھیجو۔''

کے نازل ہونے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبیِ اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! ہم آپ پر کیسے درود بھیجا کریں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کہا کرو:

« اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی (اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی) آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی

(اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى) آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ»[1]

''اے اللہ! ہمارے نبی محمد (ﷺ) پر درود بھیج اور آپ (ﷺ) کی آل پر بھی جس طرح کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر درود بھیجا، بلاشبہہ تو تمام تعریفوں والا اور صاحبِ مجد و ثنا ہے۔ اے اللہ! ہمارے نبی محمد (ﷺ) پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرما جس طرح کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر برکتیں نازل کیں، یقیناً تو صاحبِ حمد و مجد ہے۔''

دوسرا صیغہ:

سنن نسائی، مسند احمد اور مسند ابی یعلیٰ میں صرف درمیان والے دو ایک الفاظ کے فرق سے یہ صیغہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے یوں وارد ہوا ہے:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ) اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى (إِبْرَاهِيْمَ وَ) آلِ إِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ»[2]

''اے اللہ! ہمارے نبی محمد (ﷺ) پر درود بھیج اور آپ (ﷺ) کی آل پر بھی جس طرح کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر درود بھیجا، تو تمام تعریفوں والا اور صاحبِ مجد و ثنا ہے۔ اے اللہ! ہمارے نبی محمد (ﷺ)

---

[1] البخاری مع الفتح (٦/ ٤٠٨، ٨/ ٥٣٢ و ١١/ ١٥٢) صحيح مسلم (٢/ ٤/ ١٣٦) الفتح الرباني (٤/ ٢٣۔ ٢٤) تفهيم القرآن (٤/ ١٢٥) مولانا مودودی، جلاء الأفهام (ص: ٧ و ١٠) شرح الشفاء قاضی عیاض و ملا علی قاری بتحقیق شیخ مخلوف (٣/ ٧٦٨) طبع قاهره، مصر مطبع المدني

[2] سنن النسائي، الفتح الرباني (٤/ ٢٥) وصفة الصلاة (ص: ٩٩)

پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرما جس طرح کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر برکتیں نازل کیں، یقیناً تو صاحبِ حمد و مجد ہے۔''

تیسرا صیغہ:

ان میں سے تیسرا صیغہ مسند احمد و معانی الآثار طحاوی اور دیگر کتبِ حدیث میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے وارد ہوا ہے جو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ بَيْتِهٖ وَعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ»[1]

''اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہلِ بیت پر، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ازواج و اولاد پر جس طرح کہ تو نے آلِ ابراہیم (علیہ السلام) پر درود بھیجا، بے شک تو حمید اور مجید ہے۔ اور برکتیں نازل کر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہلِ بیت پر اور ازواج و اولاد پر جس طرح کہ تو نے برکتیں نازل کیں آلِ ابراہیم (علیہ السلام) پر یقیناً تو بڑا صاحبِ حمد و مجد ہے۔''

چوتھا صیغہ:

درود شریف کا چوتھا صیغہ صحیح مسلم، ابو عوانہ، ابو داود، ترمذی، نسائی، دار قطنی، مستدرک حاکم، ابن حبان، ابن خزیمہ، موطا امام مالک، مسند احمد، بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور وہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[1] الفتح الرباني (٤/ ٢٦، ٢٧) صفة الصلاة (ص: ٩٨، ٩٩)

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ (النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ) وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى (آلِ) إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ (النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ) وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى (آلِ) إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ»[1]

''اے اللہ! (نبیِّ اُمّی) محمد (ﷺ) پر درود بھیج اور آپ (ﷺ) کی آل پر بھی، جس طرح کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) (کی اولاد) پر درود بھیجا۔ اور اے اللہ! (نبی اُمّی) محمد (ﷺ) پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل فرما جس طرح کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) (کی اولاد) پر برکتیں نازل فرمائیں، دونوں جہانوں میں، بے شک تو تمام تعریفوں والا اور صاحبِ مجد و ثنا ہے۔''

پانچواں صیغہ:

''صحيح البخاري''، ''سنن النسائي''، ''مسند أحمد''، ''معاني الآثار طحاوي'' اور ''فضل الصلاة على النبیﷺ لإسماعيل القاضي'' میں درود شریف کا ایک پانچواں صیغہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یوں آیا ہے:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى (آلِ) إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ (عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ) (وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ) كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ (وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ)»[2]

''اے اللہ! اپنے بندے اور رسول حضرت محمد (ﷺ) پر درود بھیج جس

---

[1] صحيح مسلم مع شرح النووي (٢/ ٤/ ١٢٥) أبو داود (٣/ ٢٧٠) المنتقىٰ مع النيل (٢/ ٤/ ٢٨٤ و ٢٨٥) الفتح الرباني (٤/ ١٩۔ ٢١) شرح الشفاء (٣/ ٧٦) صفة الصلاة (ص: ٩٩)

[2] صحيح البخاري مع الفتح (٨/ ٥٣٢، ١١/ ١٥٢) الفتح الرباني (ج: ٤) صفة الصّلاة (ص: ١٠٠)

طرح کہ تو نے درود بھیجا آلِ ابراہیم پر، اور اپنے بندے اور رسول محمد (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کی آل پر برکتیں نازل فرما جس طرح کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر برکتیں نازل کیں۔''

چھٹا صیغہ:

صحیح بخاری و مسلم، مسند احمد، موطا امام مالک، ابو داود، نسائی اور ابن ماجہ میں ایک چھٹا صیغہ بھی وارد ہوا ہے جو کہ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے:

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ(عَلٰی) اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی (آلِ) اِبْرَاهِیْمَ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ (عَلٰی) اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی (آلِ) إِبْرَاهِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ» [1]

''اے اللہ! محمد (ﷺ) پر درود بھیج اور آپ (ﷺ) کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی اولاد پر بھی درود بھیج، جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) کی آل پر درود بھیجا۔ اور برکتیں نازل فرما محمد (ﷺ)، ان کی ازواجِ مطہرات اور ان کی اولاد پر جس طرح کہ تو نے برکتیں نازل فرمائیں ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد پر۔ بے شک تو تمام تعریفوں والا اور صاحبِ مجد و ثنا ہے۔''

ساتواں صیغہ:

معانی الآثار طحاوی، مسند سراج اور معجم ابوسعید ابن الاعرابی میں صحیح سند کے ساتھ یہ ساتواں صیغہ بھی مروی ہے:

« اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٠٧٦) صحيح مسلم (١/ ٢٠٦) مع النووي (٣/ ٤/ ١١٧) الفتح الرباني (ج:٤) شرح الشفاء (٣/ ٧٧٠)

وَ آلِ اِبْرَاهِیْمَ، اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ»[1]

''اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) پر اور آپ (ﷺ) کی آل پر درود بھیج، اور حضرت محمد (ﷺ) پر اور آپ (ﷺ) کی آل پر برکتیں نازل فرما، جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر اور ان کی آل پر درود بھیجا اور برکتیں نازل کیں، بے شک تو تمام تعریفوں والا اور صاحبِ مجد و ثنا ہے۔''

آٹھواں صیغہ:

مسند احمد اور ''فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ'' میں حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے یہ صیغہ بھی مروی ہے:

«اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِیْمَ وَ آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ»[2]

''اے اللہ! حضرت محمد (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کی آل پر برکتیں نازل فرما جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کی آل پر برکتیں نازل کیں۔ بے شک تو بڑا حمید و مجید ہے۔''

افضل ترین صیغہ:

درود شریف کے مذکورۂ سابقہ آٹھ صیغے مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اور یہ سب نبیِ اکرم ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ اسی لیے ہم نے صرف انھی پر اکتفا کرنا ضروری سمجھا ہے، ورنہ بعض دیگر صیغے کچھ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں، لیکن ان میں سے بعض کی اسناد پر کلام ہے اور بعض کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ لیکن درود شریف کے مذکور بالا سارے صیغے ہی صحیح ہیں اور نماز میں اور نماز کے

---

[1] صفة صلاة النبي ﷺ (ص: ١٠٠)

[2] فضل الصلاة على النبي ﷺ، رقم الحديث (٦٨) وصححه الألباني

باہر ان میں سے کسی کو بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ البتہ ان میں سے افضل کون سا ہے؟ اس سلسلے میں اہلِ علم کے مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے معروف ترین صیغہ تو وہی ہے جو ہم نے سب سے پہلے ذکر کیا ہے، لیکن چونکہ تیسرا اور چوتھا، یہ دو صیغے ایسے ہیں کہ انھیں نبیِ اکرم ﷺ خود پڑھا کرتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے صلاۃ یا درود شریف کے بارے میں سوال و استفسار پر بھی آپ ﷺ نے انھیں انہی کی تعلیم فرمائی تھی، جیسا کہ ان صیغوں پر مشتمل احادیث میں صراحت آئی ہے، لہٰذا ان دونوں کو افضل ترین درود قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ نبیِ اکرم ﷺ نے اپنے لیے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے درود کے وہ صیغے اختیار کیے ہیں جو سب سے افضل و اشرف ہیں۔ البتہ جائز سبھی ہیں۔ تاہم ان میں سے کبھی ایک اور کبھی کوئی دوسرا پڑھ لینا چاہیے تا کہ ہر حدیث پر عمل ہوتا رہے۔ واللّٰهُ الْمُوَفِّق.

درود شریف میں تصرّف

درودِ تاج، درودِ لکھی، درودِ ہزاری وغیرہ کی حیثیت:

سابقہ مختصر مگر اصولی سی گفتگو سے اس بات کا پتا چل جاتا ہے کہ عام کتبِ اوراد و وظائف میں جو درودِ تاج، درودِ مقدس، درودِ تُنجینا، درودِ اکبر، درودِ لکھی اور درودِ ہزاری نام کے طول طویل درود لکھے ملتے ہیں اور ان کے ساتھ کسی معتبر کتابِ حدیث اور سند کا حوالہ بھی نہیں ہوتا، بلکہ مختلف عربی الفاظ اور جملوں کو یکجا کر کے لکھا ہوتا ہے، ان میں فضیلت تو درکنار ان کے تو پڑھنے کو بھی مشروع قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ جو چیز نبی ﷺ سے جن الفاظ اور جس انداز سے ثابت ہے اسے ویسا ہی رکھنا ضروری ہے۔ اس میں اپنی طرف سے جمع و تفریق، رد و بدل، کمی بیشی اور دوسرا کوئی بھی تصرّف صحیح نہیں ہے۔

درود شریف میں تصرّف کی دو صورتیں:

درود شریف میں اس تصرّف کی بڑی اور معروف شکلیں دو ہیں:

پہلی یہ کہ درود شریف کے ثابت شدہ الفاظ اور صیغوں میں سے بعض حصوں کو لے لیا جائے اور بعض کو چھوڑ دیا جائے۔

دوسرا تصرّف یہ ہے کہ درود شریف کے مسنون و ماثور الفاظ میں کچھ تعظیمی و اضافی الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیے جائیں، جبکہ یہ دونوں صورتیں ہی صحیح نہیں ہیں۔

1- پہلی صورت:

درود شریف کے بعض حصوں کو لے لینے اور بعض کو چھوڑ دینے کی مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ پر درود شریف کے الفاظ لے لیے جائیں، لیکن آپ ﷺ کی آل پر درود والے الفاظ کو چھوڑتے ہوئے صرف ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' کے الفاظ پر ہی اکتفا کر لیا جائے۔ تو یہ انداز (نماز میں) ثابت نہیں، کیوں کہ مختلف صیغے آپ کے سامنے رکھے جا چکے ہیں، ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس میں نبی ﷺ کی آل اولاد بلکہ ازواجِ مطہرات تک کا ذکر نہ ہو۔ لہٰذا اس سنت کو اسی انداز میں اپنائیں۔

یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ ''کتاب الأم'' (١/ ١٠٢) میں امام شافعی رحمہ اللہ کے بقول پہلے اور دوسرے قعدہ یا تشہد میں کوئی فرق نہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ تشہد سے میری مراد تشہد یعنی التحیات اور صلوٰۃ یعنی نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنا ہے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے کفایت نہیں کرے گا۔ یعنی ہر دو قعدوں میں دونوں ہی پڑھنے ہوں گے۔ یہ امام شافعی اور ان کے موافقین کا مسلک ہے۔

''آل'' کا معنیٰ و مفہوم:

لغوی اعتبار سے کسی کی آل میں خود وہ شخص اور اس کی اولاد واحفاد سبھی شامل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ لغت کی معروف کتاب ''القاموس المحیط'' میں لکھا ہے:

''أَھْلُ الرَّجُلِ وأَتْبَاعُهُ، وَلَا يُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِيْمَا فِيْهِ شَرَفٌ غَالِباً فَلَا يُقَالُ: آل الِاسْكَافِ''[1]

''آل کا معنیٰ ہے: کسی کے اہل اور متعلقین۔ اور یہ غالبًا بڑے شرف والوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یوں نہیں کہا جاتا کہ موچی کی آل۔''

---

[1] القاموس للفيروز آبادي (٣/ ٤٨٥) طبع دار الاحياء التراث بيروت

اسی طرح "المعجم الوسیط" میں لکھا ہے:

"آلُ الرَّجُلِ: أَهْلُهٗ وَعِيَالُهٗ وَاَتْبَاعُهٗ وَانْصَارُهٗ"[1]

"کسی کی آل سے اس کے اہل وعیال اور تابع ومددگار مراد ہوتے ہیں۔"

ایسے ہی مفردات القران امام راغب میں ہے:

"الآل: مقلوب من الأهل ...... خص بالإضافة إلى الأعلام الناطقين دون النكرات ...... ولا يقال: آل الخياط بل يضاف إلى الأشرف الأفضل، يقال آل اللّٰه و آل السلطان"[2]

"آل کا لفظ اہل سے مقلوب ہوا ہے، یہ عوام الناس کے لیے نہیں، کبار شخصیات کے لیے خاص ہے۔ یوں نہیں کہا جاتا: درزی کی آل، بلکہ صرف اہلِ شرف وفضیلت کی طرف نسبت کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: اللہ کی آل اور بادشاہ کی آل۔"

عموماً اس لفظ کا استعمال بڑے بڑوں کے لیے ہوتا ہے۔ عام لوگوں کے لیے "اہل" بولا جاتا ہے اور لفظ "آل" کی نسبت عام ہے، کیوں کہ "اہل" عام لوگوں کی طرح بڑے بڑوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورت ہود میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہے:

﴿ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ﴾ [هود: ٧٣]

"اے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے) اہلِ بیت! تم پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔"

---

[1] المعجم الوسيط (١/ ١/ ٣٣) طبع دار الدعوة تركى (استنبول)

[2] مفردات القرآن إمام راغب أصفهاني، بتحقيق صفوان عرباني، طبع دار القلم دمشق، والدار الشامية بيروت.

سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہے:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ [الأحزاب: ٣٣]

''اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبی (ﷺ) سے گندگی کو دور کرے اور تمھیں پوری طرح پاک کردے۔''

اب رہا معاملہ لفظِ ''آل'' کا تو یہ قرآن کریم میں چھبیس (۲۶) مقامات پر آیا ہے جن میں سے بارہ (۱۲) مرتبہ تو ''آلِ فرعون'' آیا ہے جہاں فرعون کے پیروکار اور اس کی پوری قوم مراد ہے جو اللہ کی الوہیت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے منکر تھے۔ اور صرف ایک مرتبہ آل کا لفظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اسی طرح ایک ہی مرتبہ ''آلِ ہارون'' بھی آیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں جگہوں پر آل سے مراد صرف اُن کے اہلِ خانہ نہیں بلکہ ان کے پیروکار و اُمّتی مراد ہیں۔ ایسے ہی ایک مرتبہ آلِ عمران، ایک مرتبہ آلِ داود، دو مرتبہ آلِ ابراہیم اور دو مرتبہ آلِ یعقوب آیا ہے جو پوری پوری اُمّت کے لیے ہی تھا، جبکہ چار مرتبہ آلِ لوط کا لفظ آیا ہے۔[1]

ان تمام مقامات پر آل سے مراد صرف اہل ہی نہیں بلکہ قوم و اُمّت بھی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمان قوم کے لیے بھی آل اور آپ علیہ السلام کی مطیع فرمان اُمّت کے لیے بھی آل کا لفظ آیا ہے۔ نبی ﷺ کی اُمّت کے لیے آل کا لفظ قرآنِ کریم میں تو وارد نہیں ہوا، البتہ خود آپ ﷺ کے ارشادات واحادیث میں آل کا لفظ آیا ہے، جیسا کہ درود شریف کے الفاظ سے پتا چل رہا ہے۔

اہلِ علم کے مختلف اقوال:

نبی ﷺ کی آل سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس سلسلے میں اہلِ علم کے مختلف

[1] دیکھیں: المعجم المفهرس لإلفاظ القرآن الكريم (ص: ۹۷، ۹۸ طبع لیڈن)

اقوال ہیں:

1 حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباري" میں متعدد اقوال کی طرف اشارہ کر کے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی آل سے آپ ﷺ کی پوری اُمّت مراد ہے۔[1]

2 امام نووی نے بھی آل کے معنیٰ و مفہوم کی تعیین میں پائے جانے والے اختلاف کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے کہ ان میں سے ظاہر ترین قول جسے ازہری جیسے محققین و ماہرینِ لغت نے بھی اختیار کیا ہے، اس کی رو سے آل سے مراد نبی ﷺ کی پوری اُمّت ہے، جبکہ دوسرے قول میں بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب اور تیسرے قول میں آپ ﷺ کے اہلِ خانہ و اولاد مراد ہیں۔[2]

3 امام شوکانی کے بقول لغتِ عربی کے امام نشوان حمیری نے بھی نبی ﷺ کی آل کا معنیٰ آپ ﷺ کی پوری اُمّت ہی بیان کیا ہے اور اس سلسلے میں حمیری کے اشعار یہ ہیں: ع

آل النبی هم أتباع ملته
من الأعاجم والسودان والعرب
لو لم يكن آله الا قرابته
صَلَّى الْمُصَلِّي على الطَّاغي أبي لهب

"آلِ نبی سے آپ ﷺ کی ملت و امت کے افراد مراد ہیں، وہ چاہے عجمی ہوں، سوڈانی ہوں یا عرب۔ اگر آل سے صرف آپ ﷺ کے قرابت دار ہی مراد ہوں تو پھر درود پڑھنے والا تو ابولہب جیسے سرکش پر

---

[1] فتح الباري (١١/ ١٥٧)

[2] شرح مسلم نووي (٢/ ٤/ ١٢٤)

بھی درود پڑھے گا۔‘‘

ایسے ہی نبی ﷺ کے دادا عبد المطلب کے واقعۂ فیل کے وقت کے معروف اشعار سے بھی یہی معنیٰ نکلتا ہے۔ چنانچہ ان کا شعر ہے: ع

وانصر علیٰ آل الصَّلِیْب
و عابدیه الیومَ آلَك [1]

’’آج صلیبیوں کے مقابلے میں اپنی اتباع وفرماں برادری کرنے والوں کی مدد فرما!‘‘

یہ بات بعض متکلم فیہ روایات میں بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت کا ہر نیک شخص آپ ﷺ کی آل ہے، جیسا کہ معجم طبرانی صغیر، معجم طبرانی اوسط، الفوائد للتمام، الضعفاء عقیلی اور مسند دیلمی میں حضرت علی وانس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:

((آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ كُلُّ تَقِيٍّ)) [2] ’’ہر متقی آلِ محمد ﷺ کا فرد ہے۔‘‘

ایسے ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں نیک ہونے کی شرط ہے، لیکن حافظ ابن حجر اور امام شوکانی کے بقول ان کی اسناد پر کلام کیا گیا ہے۔ سنن کبریٰ بیہقی میں اسی مفہوم کا ایک موقوف اثر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے لیکن وہ ضعیف ہے۔ [3]

البتہ صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں صحیح حدیث کے الفاظ ہیں:

((اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ)) [4]

---

[1] نیل الأوطار (٢/ ٣/ ١٤٦۔ ١٤٧) وانظر شعر عبد المطلب فِي فتح الباري (١١/ ١٥٧۔ ١٦٠)

[2] بحواله النيل (٢/ ٣/ ١٤٦) ضعيف الجامع الصغير للألباني (١/ ٦٠) عن علي و عن أنس. وانظر سلسلة الأحاديث الضعيفة (٣/ ٤٦٨۔ ٤٧٠) والمغني (٢/ ٢٣٢) بتحقيق ڈاکٹر عبد المحسن الترکی.

[3] فتح الباري (١١/ ١٦١) والنيل أيضاً.

[4] النيل أيضاً

''اے اللہ! اس قربانی کو محمد (ﷺ)، آلِ محمد (ﷺ) اور امتِ محمد (ﷺ) کی طرف سے قبول فرما۔''

یہاں بظاہر تو آل اور امت الگ الگ معلوم ہوتے ہیں، لیکن دراصل یہاں آل و اُمّت کے ما بین عطفِ تفسیری ہے جو کتاب و سنت اور لغت میں معروف ہے کہ ایک لفظ لا کر پھر واؤ کے بعد اسی کی تفسیر و تشریح کے لیے دوسرا لفظ لایا جاتا ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی آل کی تفسیر ''اُمّت'' سے فرمائی گئی ہے۔

امام ابن العربی کے بقول امام مالک رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اسی مفہوم کی طرف میلان و رجحان دکھایا ہے۔ نشوان حمیری از ہری کا اختیار بھی یہی ہے کہ آل سے مراد امت ہے۔ البتہ قاضی حسین اور امام راغب اصفہانی نے افرادِ امت میں سے نیک لوگوں کی شرط عائد کی ہے۔[1]

دوسری رائے:

امام شافعی و امام احمد جیسے کبار ائمہ اور جمہور اہلِ علم نے آل سے صرف اولادِ رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن مراد لی ہیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ہی ترجیح دی ہے کہ آل سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ زکات حلال نہیں ہے۔ اس بات کے قائلین کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں سے پہلی صحیح مسلم، ابو داود اور نسائی میں ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

«اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَ اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَ لَا لِآلِ مُحَمَّدٍ»[2]

---

[1] دیکھیں: شرح مسلم نووی (٢/ ٤/ ١٢٤، ١٢٦) مفردات الراغب (ص: ٩٨۔ ٩٩) فتح الباري (١١/ ١٥٧۔ ١٥٩) نيل الأوطار (٢/ ٣/ ١٤٦۔١٤٧)

[2] فتح الباري (١١/ ١٦٠) صحيح الجامع (١/ ٢/ ٢٦١)

''یہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے اور یہ محمد (ﷺ) اور آلِ محمد (ﷺ) کے لیے حلال نہیں ہے۔''

دوسری حدیث وہ ہے جس میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزٍ مَاْدُوْمٍ ثَلَاثاً»[1]

''آلِ محمد ﷺ نے کبھی مسلسل تین دن تک سالن روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا''

جبکہ تیسری حدیث صحیح بخاری و مسلم، سنن ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی، مسند ابی یعلیٰ اور مسند احمد میں ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتاً»[2]

''اے اللہ! آلِ محمد ﷺ کا رزق اتنا کردے کہ جس سے زندہ رہا جا سکے۔''

ان احادیث اور ایسی ہی دیگر احادیث سے آل کا معنیٰ ومفہوم اولاد و ازواج ہی نکلتا ہے۔ اگر صدقہ وزکات وغیرہ سے متعلقہ احادیث کو اسی مفہوم پر محمول کر لیا جائے، جیسا کہ ان احادیث میں ہے اور دیگر عام امور میں آپ ﷺ کی پوری امت کے افراد مراد لیے جائیں، جیسا کہ قرآنی آیات سے پتا چلتا ہے اور پھر ان میں سے نیک افراد کو خاص کر لیا جائے تو ان تمام آیات و احادیث کو یکجا جمع کیا جاسکتا ہے اور اس میں کوئی استحالہ بھی نہیں، کیوں کہ عام افراد میں سے کسی معاملے میں کچھ لوگوں کو ان کے مقام و مرتبے کی بنا پر خاص کیا جاسکتا ہے۔

جیسے عام افرادِ امت میں سے صدقہ وزکات اور کم خوری کے معاملے میں نبی ﷺ کی اولاد وازواج کو خاص کیا گیا ہے تو گویا درود شریف میں وارد دعائے رحمت و مغفرت

---

[1] الفتح أيضاً

[2] صحيح الجامع (١/ ١/ ٣٩٧) الصحيحة (١/ ٢٠٢) الفتح حواله سابقه.

نبی ﷺ کی امت کے تمام نیک و صالح افراد مرد وزن کے لیے ہے جن میں آپ ﷺ کی اولاد اور ازواجِ مطہرات بدرجۂ اولیٰ شامل ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ”جلاء الأفھام“ میں آل کے معنیٰ اشتقاق اور اس کے احکام پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے جو صفحہ (۱۰۴) سے لے کر صفحہ (۱۴۲) تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور خصوصاً آل میں شامل لوگوں کی تعیین کے لیے انھوں نے چار بڑے اقوال ذکر کیے ہیں:

1. جن پر صدقہ حرام ہے (بقول امام ابو حنیفہ، شافعی، احمد بن قاسم، اشہب و اصبغ)
2. ازواج و اولاد (بقول جماعتِ اہلِ علم)
3. افرادِ امت (بقول حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، ثوری، ازہری، نوری)
4. متقی لوگ (بقول قاضی حسین، امام راغب و جماعتِ علماء)

پھر ان میں سے ہر قول کو اس کے قائلین کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر ہر قول پر قائلین کے دلائل باری باری ذکر کیے ہیں اور پہلے قول کو صحیح تر، دوسرے کو صحیح اور تیسرے چوتھے کو ضعیف قرار دیا ہے۔[1]

جبکہ سلطان العلماء العز بن عبد السلام نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے:

”امام شافعی کے نزدیک بنی ہاشم و بنی عبد المطلب آلِ رسول ﷺ ہیں۔ اور صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے درود شریف میں اپنی ازواجِ مطہرات اور اولادِ اطہار کو بھی شامل فرمایا ہے۔“[2]

درود شریف میں وارد تشبیہ پر اعتراض:

اب یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رکھیں کہ یہ ایک طے شدہ اصول ہے کہ عموماً

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: جلاء الأفھام (ص: ۱۰۴۔ ۱۴۲)

[2] فتاویٰ سلطان العلماء (ص: ۸۰) بتحقیق مصطفیٰ عاشور طبع مکتبہ القرآن قاھرہ

مشبّہ مشبّہ بہ سے کم تر درجے والا ہوتا ہے، جبکہ درود شریف میں جو نبی ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود کی تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر پڑھے گئے درود سے دی گئی ہے، اس میں معاملے اس اصول کے سراسر برعکس ہے، کیوں کہ نبی ﷺ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام (بلکہ تمام انبیا و رسل علیہم السلام) سے افضل و اشرف ہیں۔ اور جب آپ ﷺ افضل ہیں تو پھر آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھی سابقہ تمام انبیا اور گذشتہ و آیندہ تمام لوگوں سے افضل ہونی چاہیے، لیکن درود شریف میں وارد تشبیہ سے بظاہر ایسا نہیں لگتا، تو اس کی آخر کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب اور توجیہ:

اس اعتراض کے اہل علم نے کئی جوابات دیے ہیں اور اس تشبیہ کی توجیہ بیان فرمائی ہے، جن کی تفصیلات تو "جلاء الأفهام لابن قيم" اور "فتح الباري لحافظ ابن حجر" میں دیکھی جاسکتی ہیں، البتہ ان کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ صرف حافظ ابن حجر عسقلانی نے دس توجیہات اور جوابات "فتح الباري" میں ذکر فرمائے ہیں، جن میں سے کسی جواب کو امام قرطبی نے ترجیح دی ہے، کسی کو ابو حامد غزالی نے امام شافعی کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اس جواب کے الفاظ میں پائے جانے والے بعض لغوی نقائص وغیرہ کی وجہ سے علامہ ابن قیم نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ یہ کلام امام شافعی جیسے فصیح و بلیغ اور ماہرِ لغتِ عربی کا ہو۔[1]

ایک جواب میں کہا گیا ہے کہ مشبہ سے مشبہ بہ کے افضل ہونے کا قاعدہ بھی تغلیباً ہے، ورنہ کبھی کبھی مشبہ بہ مشبہ سے غیر افضل بھی ہوتا ہے، جیسے قرآنِ کریم کی سورۃ النور میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ

[1] انظر فتح الباري (١١/ ١٦١۔ ١٦٢)

الْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ ... ﴾ [النور: ۳۵]

''اللہ زمین وآسمان کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایک طاق جیسی ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشے کی قندیل میں ہو اور شیشہ چمکتے ہوئے روشن ستارے کی طرح ہو......۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو مشکوٰۃ جیسے مصنوعی آلے کے نور سے تشبیہ دی ہے جبکہ کہاں نورِ الٰہی اور کہاں نورِ مشکوٰۃ؟ لیکن چونکہ نورِ مشکوٰۃ ایک ظاہری چیز تھی اور مخاطبین کو بات سمجھانے کے لیے اس سے تشبیہ دینا مناسب تھا لہٰذا تشبیہ دے دی گئی۔ ایسے ہی درود شریف کا معاملہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود شریف کے ذریعے ان کی عظمت اور مقام و مرتبے کو بلند کیا جانا تمام لوگوں کے یہاں مشہور و واضح تھا، لہٰذا انھیں تشبیہ کے لیے اختیار کیا گیا۔ اس تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مشبّہ ومشبّہ بہٖ میں فاضل وافضل والا متذکرہ بالا قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ تغلیبیہ ہے۔[1]

جبکہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردِ رشید علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان تمام جوابات میں سے ایک کو مستحسن اور اچھا قرار دیا ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں تو انبیائے کرام علیہم السلام بھی ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے کوئی نبی نہیں ہے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل جیسی صلوٰۃ طلب کی گئی اور وہ آلِ ابراہیم علیہ السلام کہ جس میں انبیائے کرام علیہم السلام بھی شامل ہیں، تو آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حسبِ حال اور شایانِ شان صلوٰۃ حاصل ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے درجات کو نہیں پہنچ سکیں گے، لہٰذا بقیہ صلوٰۃ جو انبیاء علیہم السلام کے لیے تھی جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

[1] دیکھیں: فتح الباري (۱۱/ ۱۶۱۔ ۱۶۲) شرح عقیدہ طحاویہ (ص: ۲۶۹۔ ۲۷۰) الفتح الرباني (۴/ ۲۰) المرعاۃ (۲/ ۴۱۳۔ ۴۹۳)

لیے رہ جائے گی۔ اس طرح آپ ﷺ کو وہ امتیاز حاصل ہو جائے گا جو دوسرے کسی نبی کو نصیب نہیں۔

اس جواب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس سے بھی بہتر ہے کہ یہ کہا جائے کہ نبی ﷺ آلِ ابراہیم علیہ السلام میں سے بالکل افضل ترین فرد ہیں، تمام آلِ ابراہیم علیہ السلام میں سے، جیسا کہ علی بن طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ سورت آلِ عمران میں جو ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴾

[آل عمران: ۳۳]

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم و نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں کے لوگوں میں سے منتخب فرما لیا۔‘‘

اس کی تفسیر میں ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((مُحَمَّدٌ ﷺ مِنْ آلِ اِبْرَاهِيْمَ)) [1]

’’حضرت محمد ﷺ آلِ ابراہیم علیہ السلام میں سے ہیں۔‘‘

یہ ایک نص ہے اور جب نبی ﷺ کے علاوہ آلِ ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ذریت میں سے ہونے کی وجہ سے ان کی آل میں شامل ہیں تو نبی ﷺ بھی ان کی آل میں بالاولیٰ شامل ہیں۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر درود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل سے تمام انبیاء علیہم السلام اور خود حضرت محمد ﷺ بھی شامل ہوتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم نبی ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر خصوصاً اتنا درود بھیجیں جتنا کہ عموماً حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر اس حال میں بھیجا گیا کہ نبی ﷺ بھی ان میں شامل ہیں۔ ہمارے اس طرح درود پڑھنے

[1] بحواله صفه الصلاة (ص: ۱۰۱) وجلاء الأفهام (ص: ۱۵۸) وشرح عقيده طحاوية (ص: ۲۶۹_۲۷۰)

سے آپ ﷺ کی آل کے شایانِ شان انھیں پہنچے گا اور باقی پھر نبی ﷺ کے لیے بچ رہے گا۔ الغرض اس تشبیہ والے انداز سے نبی ﷺ پر درود بھیجنا دوسرے کسی بھی انداز سے زیادہ اچھا ہے کہ اس طرح کہنے سے نبی ﷺ کے لیے خاص درود کے علاوہ آپ ﷺ کو اس درود سے بھی ایک حصہ پہنچ جاتا ہے جو مشبہ بہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کے لیے ہے جن میں لاتعدد انبیاء علیہم السلام بھی ہیں۔

اس طرح نبی ﷺ کی فضیلت و شرف کا بھی پتا چل گیا کہ آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء و رسل علیہم السلام سے افضل و اشرف اور بلند و برتر ہیں۔[1]

قاضی عیاض نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں جہاں درود شریف کے صیغے ذکر کیے ہیں وہاں پہلے ہی صیغے کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھا ہے:

''و التشبيه من باب إلحاق ما لم يشتهر بما اشتهر لا من إلحاق الناقص بالكامل فإنه ﷺ أكمل الخلق فالصلاة المطلوبة له من الحق محمولة على الأفضل فالمعنى: صَلِّ عَلَيْهِ صَلَاةً مَشْهُورَةً كشُهْرَةِ صَلَاةِ المَلَآئكةِ علٰى إبراهيم لقولِهٖ تعالىٰ: ﴿رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُه عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾''[2]

''یہاں ناقص کی کامل کے ساتھ تشبیہ نہیں بلکہ غیر مشہور (درود) کی مشہور کے ساتھ تشبیہ مراد ہے، کیوں کہ تمام مخلوقات میں سے اکمل ترین شخصیت تو نبی ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے لیے مطلوبہ درود درحقیقت افضل پر محمول ہے۔ چنانچہ اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ آپ ﷺ پر وہ مشہور درود بھیج، جیسا کہ

---

[1] بحواله جات سابقه ايضاً ملخصا والفتح الرباني (٤/ ٢٠)

[2] شرح الشفاء (٣/ ٧٦٧_ ٧٦٩)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ملائکہ کا درود مشہور ہے۔ کیوں کہ ارشادِ الٰہی ہے: اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں تم پر اے (ابراہیم علیہ السلام کے) گھر والو! بے شک اللہ صاحبِ حمد و مجد ہے۔''

علامہ ابن قیم نے ''جلاء الأفهام'' میں دس صفحات پر اس اعتراض کے مختلف جوابات ذکر کیے ہیں اور ان میں سے ہر کسی پر وارد ہونے والے اشکالات ذکر کر کے انھیں رد کیا ہے۔ اور سب سے زیادہ جس جواب کو پسند کیا ہے وہ یہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔[1]

یہ سچ ہے: ''لِكُلِّ فَارِسٍ كَبْوَةٌ'' کہ ''گرتے ہیں شاہسوار ہی میدانِ جنگ میں'' علامہ موصوف نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ کسی صحیح حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم کا ذکر یکجا نھیں آیا جیسا کہ حضرت محمد و آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا آیا ہے۔[2]

جبکہ درود شریف کے بعض صحیح اسناد والے صیغے ہم ذکر کر آئے ہیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابرہیم علیہ السلام کا ذکر یکجا بھی آیا ہے۔

خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ کا راز:

اب آیئے یہ بھی دیکھیں کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں سے بعض اصحابِ کتاب بھی ہیں اور کئی اولوالعزم پیغمبر بھی ہیں۔ ان میں ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں کہ جنہیں اللہ نے خود بنایا اور جنت میں بسایا۔ ان میں حضرت نوح علیہ السلام بھی ہیں جو آدمِ ثانی کہلواتے ہیں۔ ان میں حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی ہیں جن کے ایثار و وفا اور قربانیوں کی مثال دی جاتی ہے۔ ان ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قانونِ فطرت کے برعکس اپنی قدرتِ کاملہ سے صرف ماں سے پیدا فرمایا کہ وہ

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: جلا الأفهام (ص: ١٥٠۔ ١٥٩)

[2] جلاء الأفهام (ص: ١٥٩۔ ١٦٢)

بن باپ تھے۔ اور انہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر بھی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے شرفِ ہم کلامی سے سرفراز کیا تھا۔ ایسے ہی دوسرے بڑے بڑے پیغمبرانِ کرام علیہم السلام بھی تھے۔ لیکن ان میں سے کسی دوسرے سے تشبیہ نہیں دی گئی، بلکہ اس غرض کے لیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو منتخب فرمایا گیا تو آخر اس میں راز کیا ہے؟

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو علامہ احمد عبد الرحمٰن البنّا نے ''الفتح الرباني ترتيب مسند أحمد الشيباني'' کی ''شرح بلوغ الأماني'' میں یہ لکھی ہے کہ درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکرِ خیر کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ وہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ واقعۂ معراج کے دوران میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات تو تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے ہوئی، لیکن ان میں سے کسی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو سلام نہیں بھیجا سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کو بھی سلام کہا۔ لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسی احسان کا بدلہ چکانے کے لیے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم سب ہر نماز کے آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان اُمّت پر بھی درود شریف بھیجا کریں۔[1]

علامہ بدر الدین عینی نے اس کی ایک اور وجہ بھی بیان کی ہے، اگرچہ تضعیف کے صیغے سے ہے کہ جب حضرت ابراہیم ۔عليه و على نبيّنا الصّلاة والسّلام۔ کعبۃ اللہ کی تعمیر و تجدید سے فارغ ہوئے تو انھوں نے یہ دعا فرمائی تھی:

''اَللّٰهُمَّ مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَهَبْهُ مِنِّي السَّلَامَ''

''اے اللہ! اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جس نے بھی اس گھر کا حج کیا اسے

---

[1] الفتح الرباني (٤/ ٢٠ ـ ٢١)

میرا سلام پہنچا دینا!''

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اہل و اولاد نے بھی اُمّتِ اسلامیہ کے افراد کے لیے سلامتی کی دعا کی تھی۔ چنانچہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس احسانِ سلام کا بدلہ چکانے کی غرض سے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود وسلام بھیجیں۔[1]

2- تصرّف کی دوسری صورت:

سابقہ صفحات میں درود شریف میں تصرّف کی پہلی صورت یہ بتائی گئی تھی کہ درود شریف کے ثابت شدہ صیغوں میں سے کچھ حصہ لے لیا جائے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا جائے، مثلاً پورے درود شریف میں سے صرف ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' کہنے پر اکتفا کیا جائے تو یہ امر ثابت نہیں ہے۔

درود شریف میں تصرّف کی دوسری شکل یہ ہے کہ اس کے مسنون و ماثور الفاظ میں اپنی طرف سے بعض کا اضافہ کیا جائے، مثلاً: ''اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ مُحَمَّداً'' ''اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما'' ...... یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی سے پہلے بعض تعظیمی الفاظ بڑھائے جائیں، مثلاً: ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ'' ''اے اللہ! ہمارے سید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج۔'' اور ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَا نَا مُحَمَّدٍ'' ''اے اللہ! ہمارے سیدنا و مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج!'' کہا جائے۔

اس میں تصرّف کی حیثیت متعین کرنے کے لیے تھوڑی سی تفصیل میں جانا ضروری ہے۔

درود شریف میں سیدنا و مولانا وغیرہ الفاظ کا اضافہ:

درود شریف سے متعلقہ احکام و مسائل میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ آیا

---

[1] بحواله سابقه وعمدة القاري للعيني

(نماز کے دوران) درود شریف میں نبی ﷺ کے اسمِ گرامی سے پہلے ''سیدنا و مولانا'' جیسے تعظیمی القاب کا اضافہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں اہلِ علم کی مختلف آراء ہیں۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ مسنون و ماثور الفاظ میں اپنی طرف سے کسی ایک بھی لفظ کا اضافہ مشروع نہیں ہے، بلکہ صرف انھی الفاظ پر اکتفاء کرنا ضروری ہے جو صحیح احادیث میں متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں کہ نبیِ اکرم ﷺ انھیں پڑھا کرتے تھے۔ بعض اہلِ علم نے احناف کا مسلک بھی یہی قرار دیا ہے۔[1]

جبکہ بعض دیگر علماء کی رائے یہ ہے کہ درود شریف میں نبی ﷺ کے اسمِ گرامی سے پہلے ''سیدنا و مولانا'' یا صرف ''سیدنا'' کا اضافہ کر کے ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ...... الخ'' کہنا نہ صرف مباح بلکہ مستحب ہے، حتیٰ کہ بعض علماء نے تو نہ صرف درود شریف میں بلکہ اذان و اقامت اور نماز میں ہر جگہ ہی اس اضافے کو مستحب کہا ہے، جیسا کہ ایک کتاب ''تشنيف الآذان باستحباب السّيادة في الصَّلاةِ و الإقامة و الأذان'' کے نام سے ہی پتا چل رہا ہے۔[2]

جبکہ بعض اہلِ علم اس میں اتنا توسّع تو نہیں کرتے کہ ہر جگہ اس اضافے کو مباح قرار دے دیں بلکہ وہ قعدہ میں تشہد کے آخر میں ''وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه'' میں بھی آپ ﷺ کے اسم گرامی سے پہلے ''سیّدنا'' کے اضافہ کو مکروہ مانتے ہیں، البتہ درود شریف میں اسے مباح مانتے ہیں۔[3]

---

[1] صفة الصلاة (ص: ۱۰۵)

[2] مولفه عبد الله صديق الغماری، بحواله الضعيفة للألباني (۳/ ۱۰) مقدمة

[3] رسائل و مسائل مولانا مودودی (۵/ ۲۰۶) طبع ادارہ معارف اسلامی لاہور۔ بدائع الصنائع كاساني (۱/ ۲۱۲) بلفظ: ويكره أن يزيد فِي التشهد حرفا او ابتدأ بحرف قبله (تشہد میں ایک حرف بھی زیادہ کرنا مکروہ ہے، ایسے ہی اس کے شروع میں کوئی اضافی حرف لگائیں تو یہ بھی مکروہ ہے)

اور کئی فقہاء تو درود شریف میں "اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ مُحَمَّداً" کہنے کو بھی مکروہ نہیں سمجھتے، اگرچہ بعض دیگر نے اسے مکروہ کہا ہے۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے "بدائع الصنائع" میں "وَالصَّحِیْحُ أَنَّہٗ لَا یُکْرَہُ" کہہ کر عدمِ کراہت کے قائلین کی تائید کی ہے۔[1]

ردالمحتار المعروف فتاویٰ شامی میں علامہ ابن عابدین شامی نے دونوں طرح کے اقوال ذکر کر کے لکھا ہے کہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے (المبسوط میں) قائلینِ جواز کی رائے ہی کو ترجیح دی ہے، تو گویا خود ان کے نزدیک بھی جواز راجح ہے۔[2]

مزید برآں المنہاج کی شرح نہایہ المحتاج میں "چھوٹے شافعی" کے لقب سے معروف علامہ شمس الدین رملی نے لکھا ہے کہ درود شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی سے پہلے "سیدنا" کے لفظ کا اضافہ کرنا نہ کرنے سے افضل ہے۔[3]

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ درود شریف میں مسنون و ماثور الفاظ میں مزید کسی تعظیم یا دعائیہ الفاظ کے اضافے کو جائز ومشروع یا مستحب و افضل ماننے والوں کے مابین بھی بعض جزئیات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں اصل اختلاف اس میں ہے کہ درود شریف میں اضافی الفاظ خصوصاً "سیدنا" کہنا روا ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں دونوں طرح کی رائے رکھنے والے لوگ موجود ہیں، روا نہ ماننے اور صرف مسنون وماثور الفاظ پر اکتفاء کرنے ہی کو اتباع ماننے والے بھی اور اضافی الفاظ کو روا ماننے والے بھی۔ تو آیئے اس سلسلے میں جانبین کے دلائل کا مطالعہ کریں:

[1] بدائع الصنائع أيضاً.

[2] المبسوط للسرخسي ورد المحتار المعروف فتاویٰ ابن عابدين شامی.

[3] بحوالہ سابقہ از رسائل ومسائل

مانعین کے دلائل:

وہ لوگ جو صرف مسنون الفاظ پر اکتفا کرنے اور اضافی الفاظ نہ ملانے کے قائل وفاعل ہیں ان کا استدلال متعدد احادیث و آثار اور قواعد واصول سے ہے۔ مثلاً:

1 یہ کہ نماز تعبدی اعمال میں سے ہے اور ایسے اعمال کے بارے میں مسلّمہ قاعدہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی تعلیم جس طرح دے دی ہے ان کی تعمیل اسی طرح ضروری ہے، اپنی طرف سے ان میں کمی بیشی روا نہیں۔ اور علمائے اصول اس بات پر متفق ہیں کہ عبادات میں اصل چیز ''شارع'' کے حکم کی اتباع و پیروی ہے اور اس سے تجاوز بدعت۔ اور پھر نماز کے تمام اوراد و اذکار توقیفی ہیں، ان میں اپنی طرف سے کوئی تصرّف یا کمی بیشی روا نہیں ہے۔[1]

متذکرہ بالا اصولی قاعدے کے پیشِ نظر تو اس اضافے کو ''بدعت'' ہونا چاہیے نہ کہ مستحب و افضل۔

2 اگر اس کی مشروعیت کے صرف مشکوک ہونے کا پہلو ہی لے لیا جائے تب بھی عدمِ مشروعیت کا پہلو غالب رہے گا۔ کیوں کہ کسی فعل کے سنت یا بدعت ہونے میں تردّد واقع ہو جائے تو اس کے بدعت ہونے کا پہلو غالب مانا گیا ہے۔ چنانچہ کبار علمائے احناف میں سے علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب ''بدائع الصنائع'' میں لکھا ہے:

''والفعل إذا تردَّد بين السُنَّة والبِدعةَ تغلب جهة البدعة، لإنَّ الامتناع عن البدعة فرض ولا فرضية فِي تحصيل السُنَّة أو الواجب''[2]

---

[1] بحواله رسائل ومسائل (٥/ ٢٠٩)

[2] بدائع الصنائع (١/ ٢٠٤) طبع دار الكتب العلمية بيروت

”جب کوئی فعل سنت یا بدعت ہونے کے مابین مشکوک ہو جائے تو جہتِ بدعت کو غالب مانا جائے گا، کیوں کہ بدعت سے باز رہنا فرض ہے جبکہ کسی سنت یا واجب پر عمل کرنا فرض نہیں ہوتا۔“

اس اصول کی رو سے درود شریف میں کسی لفظ کا اضافہ روا نہیں ہوسکتا۔

3 ایسی ہی ایک اصولی سی بات یہ بھی ہے کہ درود شریف دراصل ایک دعا ہے اور دعا میں جس کے لیے دعا کی جا رہی ہو اس کے لیے ”سیدنا“ کا لفظ استعمال کرنا روحِ دعا کے منافی ہے، کیوں کہ درخواست اور دعا میں عبدیت اور عاجزی و انکساری کا اظہار ہونا چاہیے نہ کہ فضیلت اور بڑائی کا۔ جس کے حق میں دعا کی جائے اس کے بارے میں یوں کہا جاتا ہے کہ اے اللہ! ایک عبدِ مسکین حاضر ہے اور تیرے ایک عبد کے لیے فلاں کام کی درخواست و دعا کر رہا ہے۔ یہ تو نہیں کہا جاتا ہے: اے اللہ! ہمارا آقا و سردار حاضر ہو رہا ہے۔ اس اصولی سی بات کو سامنے رکھا جائے تو بھی درود شریف میں نبی ﷺ کے اسمِ گرامی سے پہلے ”سیدنا“ کے لفظ کا اضافہ صحیح نہیں لگتا۔

اب رہیں وہ احادیث جن میں نبی ﷺ نے اپنے لیے ”سیدنا“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے یا بعض صحابہ کے لیے استعمال فرمایا ہے، ان سے استدلال کا طریقہ اور اس کا جواب ”قائلینِ اضافہ“ کے دلائل کے ضمن میں ہم ذکر کریں گے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ!

4 ان اصولی امور پر مستزاد مانعینِ اضافہ کا استدلال ان تمام صحیح احادیث سے بھی ہے جن میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبیِ اکرم ﷺ کے مسنون درود شریف کے آٹھ (۸) مختلف صیغے روایت کیے ہیں جو ہم آپ کے سامنے رکھ چکے ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی متعدد صیغے کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک بھی صحابی سے کسی بھی صیغے میں ”سید“ یا ”سیدنا“ کا لفظ وارد نہیں ہوا اور نہ ہی

کسی میں ''مولانا'' کا لفظ آیا ہے۔ اگر اس لفظ کا اضافہ روا ہوتا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی سے تو صحیح سند سے ثابت ہوتا، مگر ایسا نہیں ہے۔ اس سے بھی مانعین ہی کی تائید ہوتی ہے۔

5 خصوصاً درود شریف کا جو زبان زدِ خاص و عام پہلا ہی صیغہ ہم نے صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ، مسند حمیدی اور دیگر کتبِ حدیث کے حوالے سے ذکر کیا ہے اس میں لفظِ سیادت کے عدمِ ورود و استعمال کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ حضرت کعب بن عُجرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الاحزاب کی آیت (۵۶)

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔
اے ایمان والو! تم بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام بھیجو۔''

کے نازل ہونے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے درود پڑھا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہا کرو: « اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ......الخ»

اس درود شریف میں چار مرتبہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی آیا ہے، مگر کسی جگہ بھی اس سے پہلے ''سیدنا و مولانا'' یا صرف ''سیدنا'' کا لفظ نہیں آیا اور یہی معاملہ دوسری احادیث میں وارد شدہ صیغوں کا بھی ہے۔

6 پھر اسی پر بس نہیں بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے بقول کسی ایک بھی صحابی یا تابعی سے ثابت نہیں کہ وہ درود شریف میں ''سیدنا و مولانا'' کا اضافہ کرتے ہوں، حتیٰ کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب ''الشّفاء فِي شمائل صاحب الاصطفاء صلی اللہ علیہ وسلم'' میں اس سلسلے میں پوری ایک فصل قائم کی ہے،

یعنی ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے: الباب الرابع (من القسم الثاني فيما يجب على الأنام من حقوقه ﷺ)۔ ''چوتھا باب (دوسری قسم میں سے، تمام لوگوں پر نبی ﷺ کے کون کون سے حقوق واجب ہیں، ، ان کا بیان)۔'' اس چوتھے باب کو پھر کئی فصول پر تقسیم کیا ہے، جن میں سے ایک فصل ہے: ''فصل في كيفية الصلاة و التّسليم عليه''[1]

''نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا بیان۔''

اس فَصل میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے بکثرت احادیث و آثار نقل کیے ہیں جن میں سے کسی ایک میں بھی لفظ ''سیدنا و مولانا'' وغیرہ وارد نہیں ہوا:

1 ان میں سب سے پہلا اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے جس میں سلامہ کندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

« كَانَ عَلِيٌّ يُعَلِّمُنَا الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ: اَللَّهُمّ وَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِئَ الْمَسْمُوْكَاتِ اجْعَلْ تَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ وَرَافَةَ تَحَنُّنِكَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ... الخ »[2]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں یہ درود شریف سکھلایا کرتے تھے: اے چیزوں (یعنی زمینوں) کو پھیلانے والے، اور بڑی بڑی چیزوں (جیسے آسمانوں) کو بلا تفاوت پیدا کرنے والے! اپنی عمدہ و اعلیٰ صلوات، پاکیزہ ودائمی برکات اور اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرما اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر ......۔''

---

[1] الشفاء مع شرحه للملا علی قاری (۳/ ۷٦٥)

[2] الشفاء مع الشرح (۳/ ۷۷۷۔ ۷۷۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اس درود شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سے پہلے "سیدنا" وغیرہ کوئی لفظ نہیں آیا، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

ملا علی قاری نے "الشفاء" کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر موقوف ہے اور اس کی سند صحیح ہے، اور ذہبی سے نقل کیا ہے کہ اس کی سند اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ معلول ہے، کیوں کہ سلامہ کندی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا یہ مرسل اثر ہوا۔ جبکہ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ ان کا یہ اعتراض نا قابلِ قبول ہے، کیوں کہ امام ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ سلامہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور مرسل روایت کے بارے میں ایسے نہیں کہا جاتا۔ آگے امام ابن کثیر کی تفسیر القرآن سے اس اثر کی سند بھی نقل کی ہے۔[1]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور اثر ہے، البتہ اس پر ابن قتیبہ نے مشکل الحدیث میں کلام کیا ہے۔ اسی طرح ابو الحسین احمد بن فارس نے بھی اپنے جزء "فَضْلُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم" میں اس پر کلام کیا ہے کہ اس کی سند محلِ نظر ہے اور حافظ مزی سے نقل کیا ہے کہ سلامہ کندی غیر معروف ہے اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ جبکہ اس اثر کو امام طبرانی نے بھی "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ یہ اثر باسند ہے اگرچہ سند پر کلام ہے۔ اور ملا علی قاری کی طرح حافظ ابن حجر نے بھی طبرانی کی سند کو "لَا بَأْسَ بِهٖ" قرار دیا ہے کہ کوئی خاص مخدوش نہیں ہے۔

2 حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک اور اثر کے الفاظ یہ ہیں:

[1] شرح الشفاء (۳/ ۷۷۷) تفسیر ابن کثیر (۳/ ۵۰۹) صع دار المعرفة بیروت

[2] ابن کثیر (۳/ ۵۰۹) مشکل الحدیث ابن قتیبة)

"لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ رَبِّیْ وَ سَعْدَیْكَ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِیْمِ، وَ الْمَلَآئِكَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ، وَ النَّبِیِّیْنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصَّالِحِیْنَ، وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَیْءٍ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ، عَلٰی مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ... الخ"[1]

"اے اللہ! اے میرے رب! میں حاضر ہوں، اللہ شفیق ورحیم کی رحمتیں، مقرب فرشتوں، انبیاء، صدیقین اور شہداء و صالحین کی مغفرت کی دعائیں، اور اے اللہ! تیری تسبیحات بیان کرنے والی ہر چیز کی رحمت کی دعائیں حضرت محمد ﷺ کے حق میں قبول فرما......!"

3 معروف تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے:

"مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّشْرَبَ بِالْكَاسِ الْاَرْوٰی مِنْ حَوْضِ الْمُصْطَفٰی ﷺ فَلْیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَ اَوْلَادِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ وَ اَھْلِ بَیْتِهٖ وَاَصْھَارِهٖ وَ اَنْصَارِهٖ وَأَشْیَاعِهٖ وَ مُحِبِّیْهِ"[2]

"جو شخص نبی ﷺ کے حوض کوثر سے سیراب کردینے والا جامِ کوثر پینا چاہے، اسے چاہیے کہ یوں کہے: اے اللہ! حضرت محمد ﷺ، آپ ﷺ کی آل و اصحاب، ازواج و اولاد، تمام اہلِ خانہ وسسرال، معاونین و انصار اور محبانِ رسول ﷺ پر درود بھیج۔"

ان کے علاوہ اور بھی کتنے ہی آثارِ صحابہ وتابعین ہیں جو قاضی عیاض رحمہ اللہ نے یکجا کر دیے ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی نبیِ اکرم ﷺ کے اسمِ گرامی سے قبل

[1] الشفاء مع الشرح (۳/ ۷۸۹۔ ۷۹۱)

[2] الشفاء مع الشرح (۳/ ۷۹۳)

''سیدنا'' کا لفظ نہیں آیا۔ لہٰذا صحابہ و تابعین کی اقتدا اور نبی ﷺ کی اتباع میں ایسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ انھوں نے کیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک ضعیف السند اثر میں ''عَلٰی سَیِّد المُرسلینَ'' کے الفاظ آئے ہیں لیکن وہ موقوف بھی ہے اور ضعیف بھی، جس کی تفصیل قائلینِ اضافہ کے دلائل کے ضمن میں آگے آئے گی۔ إن شاء اللّٰہ!

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

یہاں ہم ایک اہم فتویٰ ذکر کرنا چاہتے ہیں جو معروف محدث وفقیہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا ہے۔ چنانچہ ان کے ایک ملازمِ صحبت حافظ محمد بن محمد بن محمد الغرابیلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حافظ ابن حجر عسقلانی (رحمہ اللہ) سے نماز کے دوران یا نماز سے باہر درود شریف کے بارے میں سوال کیا گیا، قطع نظر اس سے کہ اسے واجب کہیں یا مندوب، اور پوچھا گیا کہ آیا درود شریف میں لفظ ''سیادت'' کا اضافہ کرنا شرط ہے؟ مثلاً یوں کہنا:

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ -یا- اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْخَلْقِ - یا - اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ وُلْدِ آدَمَ»

''اے اللہ! ہمارے آقا و سردار حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج۔''

''اے اللہ! آقائے کائنات پر درود بھیج!''

''اے اللہ! آقائے بنی آدم پر درود بھیج!''

کیا اس طرح کہنا ضروری ہے یا صرف اتنا ہی کہنا چاہیے:

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ»

''اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج۔''

ان دونوں میں سے افضل کون سا انداز ہے؟ ''سید'' کے لفظ والا، جبکہ آپ ﷺ کے لیے یہ صفت ثابت ہے، یا پھر اس کے بغیر والا، کیوں کہ آثار میں لفظ ''سید'' درود شریف میں وارد نہیں ہوا، تو انھوں نے جواب دیا: ''ہاں! ماثورہ الفاظ کی پیروی واتباع ہی زیادہ راجح ہے۔''

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شاید نبی ﷺ نے اپنے لیے اس لفظ کا استعمال ازراہِ انکساری و تواضع چھوڑ دیا ہوگا، جیسا کہ آپ ﷺ اپنے ذکر کے وقت ﷺ نہیں کہا کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ کی اُمت کو تو اس لفظ کا استعمال کرنا چاہیے (اور یہ اس لیے نہیں کہا جاسکتا) کیوں کہ اگر ایسا کہنا راجح ہوتا تو یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر تابعینِ عظام رحمہم اللہ سے بھی مروی ہوتا، جبکہ صحابہ وتابعین میں سے کسی کے ایسے آثار ہمیں نہیں ملے جن میں ایسا کہا گیا ہو، حالانکہ ان سے بکثرت آثار وارد ہوئے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کو ہی لے لیں جو حد درجہ نبی ﷺ کی تعظیم کرنے والے ہیں، انھوں نے شافعی مسلک کی اپنی بنیادی کتاب میں لکھا ہے:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ»

''اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج جب جب تیرے ذکر کرنے والے تیرا ذکر کریں اور جب جب غافل تیرے ذکر سے غفلت میں پڑے رہیں۔''

امام صاحب موصوف نے گویا یہ انداز اس صحیح حدیث سے استنباط کیا ہے جس میں ہے:

«سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ... الخ»

حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے جب اپنی ایک زوجۂ محترمہ

ام المومنین (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا) کو دیکھا کہ وہ بڑی دیر تک ذکر و تسبیح میں مشغول رہی ہیں تو ان سے فرمایا:

«لَقَدَ قُلْتُ بَعْدَكِ كَلِمَاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ لَوَزَنَتْهُنَّ» [1]

''میں نے تمھارے بعد چند کلمات کہے ہیں، اگر ان کا وزن کیا جائے تو وہ تمھارے سارے ذکر سے بھاری نکلیں گے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات کہے اور آپ کو دعا میں جوامع الکلم زیادہ محبوب تھے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الشفاء میں ایک باب قائم کیا ہے: ''صِفَةُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم'' اور اس میں انھوں نے صحابہ و تابعین کے بکثرت آثار نقل کیے ہیں جن میں سے کسی ایک میں بھی لفظ ''سیدنا'' نہیں آیا۔ آگے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وہ آثار نقل کیے ہیں جو ہم بعض اصل مصادر اور کتاب الشفاء کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں، لہٰذا ان کے اعادہ کی تو یہاں ضرورت نہیں، البتہ اس سے آگے شارح بخاری اور ''الْجَامِعُ بَيْنَ الْفِقْهِ وَ الْحَدِيْثِ'' حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہاں! حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اثر میں وارد ہوا ہے کہ وہ درود شریف میں یوں کہا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَضَائِلَ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَ بَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ... الخ» [2]

''اے اللہ! اپنا افضل ترین درود و رحمتیں اور برکات نازل فرما تمام رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم پر۔''

اس حدیث کو سنن ابن ماجہ کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند

---

[1] صحيح مسلم. نیز دیکھیے ہماری کتاب: ''مسنون ذکرِ الٰہی'' (ص: ۱۰۲۔۱۰۳، طبع دوم)

[2] ضعيف ابن ماجه (ص: ٦٩)

ضعیف ہے، جبکہ اس کے برعکس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ والی وہ روایت جس میں ''سیدنا'' کے بغیر درود شریف وارد ہوا ہے (جو ہم ذکر کر چکے ہیں) وہ معجم طبرانی میں ایسی سند سے مروی ہے جس پر کوئی خاص نقد و جرح نہیں کی گئی ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ کتبِ فقہ میں مشہور ہے اور جس کسی نے بھی اسے ذکر کیا ہے کسی نے بھی لفظ ''سیدنا'' کا اضافہ ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ اضافی لفظ مندوب و مستحب ہوتا تو ان سب سے یہ مخفی نہ رہتا اور تمام تر خیر صرف اتباع میں ہے۔[1]

سابقہ دلائل اور اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ درود شریف میں صرف انہی الفاظ پر اکتفا کرنا چاہیے جو احادیث و آثارِ صحیحہ میں وارد ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے ہی راجح قرار دیا ہے۔

درود شریف کے الفاظ میں ترحّم وغیرہ الفاظ کا اپنی طرف سے اضافہ کرنے والوں کا علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے بڑا سختی سے رد کیا ہے۔ بلکہ انھوں نے تو اسے بدعت کے قریب قرار دیا ہے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کی کیفیت وحی کے ذریعے سکھلائی ہے اور اس میں اضافہ کرنا گویا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود اللہ تعالیٰ پر) استدراک کے مترادف ہوگا۔[2]

قائلینِ اضافہ کے دلائل:

بعض علماء نے دوسری رائے کو اختیار کیا ہے کہ درود شریف کے وارد شدہ الفاظ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی سے قبل ''سیدنا'' وغیرہ الفاظ کا اضافہ مندوب و مستحب ہے۔

لفظ ''سیدنا'' کی مشروعیت کے دلائل:

یہ رائے رکھنے والوں نے بھی کئی احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے۔

---

[1] فتح الباري (١١/ ١٥٩)

[2] ملخصاً من صفة صلاة النبی ﷺ (ص: ١٧٢ـ ١٧٥)

چند احادیث:

ان حضرات نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں سے پہلی حدیث وہ ہے جو بخاری، مسلم، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مستدرک حاکم، تاریخ امام بخاری، دارمی اور طبقات ابن سعد میں حضرات ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، عبد اللہ بن سلام اور انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے جس میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ لَا فَخْرَ ...... الخ»[1]

''میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔''

قائلینِ اضافہ کا کہنا ہے کہ ہم لفظ ''سید'' اپنی طرف سے تو نہیں لائے، یہ تو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے یہ صفت بیان فرمائی ہے۔[2]

ایسے ہی نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سید کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ مسلم، ابو داود، ابن ماجہ اور مسند احمد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

«اِسْمَعُوْا اِلٰی مَا یَقُوْلُ سَیِّدُکُمْ»[3]

''اپنے سردار کی بات غور سے سنو!''

اسی طرح بخاری، مسلم، ، نسائی، مسند احمد اور بعض دیگر کتب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلقہ واقعۂ اِفک میں وہ انہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ''سید الخزرج''

---

[1] المعجم المفهرس لألفاظ الحديث (٣/ ١٧) الصحيحة (٤/ ٩٩۔ ١٠١) صحيح الجامع (١/ ١/ ٢١) ابن حبان الموارد (ص: ٢١٢٧) شرح طحاوية (ص: ١٠٧)

[2] القول المقنع للشيخ عبد اللّٰه الغماري (ص: ٢٠۔٢١) بحواله سلسلة الأحاديث الضعيفة (٣/ ١٠)

[3] المعجم المفهرس (٣/ ١٧)

کا لفظ استعمال فرماتی ہیں۔[1]

مزید برآں بخاری، مسلم، ابوداود، الأدب المفرد امام بخاری، مسند احمد اور دیگر کتب میں غلاموں اور کنیزوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آقاؤں کو ''رَبِّیُ و رَبَّتِیُ'' کے بجائے ''سَیِّدِیُ وَ سَیِّدَتِیُ'' کہا کریں۔[2]

صحیح بخاری، ابو داود، ترمذی، مسند احمد اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

« اِبُنِیُ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنُ یُّصُلِحَ بِهٖ بَیُنَ فِئَتَیُنِ مِنُ الُمُسُلِمِیُنَ »[3]

''میرا یہ بیٹا سردار ہے اور ممکن ہے کہ اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروا دے۔''

حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں کے لیے ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، ابن حبان، تاریخ خطیب، مستدرک حاکم، طبرانی، ابن عساکر اور حلیۃ الأولیاء ابونعیم میں ہے:

« سَیِّدَا شَبَابِ اَهُلِ الُجَنَّةِ »[4]

''یہ دونوں اہلِ جنت نو جوانوں کے سردار ہوں گے۔''

جبکہ ترمذی، ابن ماجہ، تاریخ خطیب، تاریخ ابن عساکر، طبرانی اوسط اور مسند احمد میں حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

---

1. المعجم الفهرس (٣/ ١٧)
2. المعجم المفهرس (٢/ ١٧، ١٨) و الصحيحة (٢/ ٤٥٣ تا ٤٥٦
3. المعجم المفهرس (٣/ ١٦)
4. المعجم المفهرس (٣/ ١٨) صحيح الجامع (١/ ١/ ٦٩) الصحيحة (٢/ ٤٣٨ـ ٤٤٨)

«سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ»[1]

''یہ دونوں اہلِ جنت بزرگوں کے سردار ہوں گے۔''

صحیحین، ترمذی، مسند احمد اور دیگر کتب میں نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ''سَیِّدَۃُ نِسَاءِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ، سَیِّدَۃُ الْمُؤْمِنِینَ وَ سَیِّدَۃُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ'' (اِس اُمت کی خواتین کی سردار، مؤمنوں کی عورتوں کی سردار اور اہلِ جنت عورتوں کی سردار) کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔[2]

ان تمام احادیث سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ جب نبی ﷺ نے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے اور یہ مشروع ہے تو پھر درود شریف میں یہ کیسے غیر مشروع ہوسکتا ہے؟[3]

لفظ ''مولانا'' کی مشروعیت کے دلائل:

''سید'' یا ''سیدنا'' ہی کی طرح ''مولانا'' کا معاملہ بھی ہے کہ بعض احادیث میں یہ لفظ بھی نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

پہلی دلیل:

غلاموں اور کنیزوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے آقاؤں کو ''سَیِّدِیْ'' یا ''سَیِّدَتِیْ'' اور ''مَوْلَایَ'' جیسے الفاظ سے بلائیں، ''رَبِّیْ'' اور ''رَبَّتِیْ'' نہ کہیں۔[4]

اسی طرح ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد اور المختارۃ للضیاء المقدسی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے:

---

1. الصحیحۃ (۲/ ۴۸۷۔۴۹۲) صحیح الجامع (۱/ ۷۰) المعجم (۳/ ۱۸)
2. المعجم (۳/ ۱۸)
3. رسائل و مسائل (۵/ ۲۳۵۔ ۲۳۶)
4. وقد مر قریباً

«مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاہُ»[1]

''جس کا میں محبّ و دوست ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے محبّ و دوست ہیں۔''

ان احادیث کی رو سے ''مولانا'' اور ان سے پہلے ذکر کی گئی احادیث کی رو سے لفظ ''سیدنا'' کے استعمال کو مشروع و مستحب کہا گیا ہے۔

پہلا جواب:

درود شریف میں ایسے الفاظ کے اضافے کو صحیح نہ ماننے اور صرف مسنون الفاظ ہی کو راجح قرار دینے والوں نے اس کے کئی جوابات دیے ہیں، جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ''سید'' کا لفظ تو بلا شبہ ثابت ہے، لیکن اس کا تعلق اس دنیا سے نہیں بلکہ آخروی دنیا سے ہے، جیسا کہ انھی احادیث میں سے بعض میں "یَوْمَ الْقِیَامَةِ" کے الفاظ صاف طور پر آئے ہیں۔ اور اگر بعض روایات میں نہیں آئے تو انھیں مطلق مانتے ہوئے ہوئے یومِ قیامت والی روایات پر ہی محمول کیا جائے گا۔ اس طرح ان کا اطلاق مقید ہو جاتا ہے۔ تو گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں اپنے سید سردار ہونے کا نہیں بلکہ اخروی دنیا میں اس مقام و مرتبے کا پتا دیتے ہوئے اپنے مخصوص عاجزانہ و متواضع رویہ کا بھی اظہار فرما دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواد اپنے لیے اس دنیا میں اس لفظ کے استعمال کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھنے کا بھی بعض احادیث سے پتا چلتا ہے۔ مثلاً الادب المفرد امام بخاری، ابو داود اور مسند احمد میں ہے کہ وفد بنی عامر نے حاضر ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا: "اَنْتَ سَیِّدُنَا" ''آپ ہمارے آقا و سردار ہیں؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

«اَلسَّیِّدُ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی»[2] ''آقا و مالک تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔''

---

[1] ترمذی مع التحفة (۱۰/ ۲۱۵۔ ۲۱۶) مشکاة (۳/ ۱۷۲۰) وصححه الألباني.

[2] الأدب المفرد امام بخاری (ص: ۲۱۱) الصحیحة (۲/ ۴۵۵) وقال الألباني بسند صحیح.

ایک دوسری حدیث سے اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی طرح اس لفظ کو کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی کوئی بڑی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور ان کا یہ رجحان بھی ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے ارشاد «اَلسَّيِّدُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى» ''آقا و مولا تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔'' کے پیشِ نظر ہی تھا۔

چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رئیس قبیلہ ہونے اور ان کے زخمی ہونے کی وجہ سے ان کا استقبال کرنے کی رغبت دلانے کے لیے نبی ﷺ نے جب فرمایا: «قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ» (اپنے سردار کے استقبال کے لیے اٹھو) تو حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی زباں سے بر جستہ نکل گیا: "اَلسَّيِّدُ هُوَ اللّٰهُ" (آقا و مولا تو اللہ تعالیٰ ہے!) یہ دراصل نبی ﷺ کی دی ہوئی تعلیم کا ہی نتیجہ تھا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنی بڑی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔ اور پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ والا واقعہ ۵ھ کا ہے جب کہ خود نبی ﷺ کے ارشاد: «اَلسَّيِّدُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى» کا وقتِ ورود ۹ھ ہے۔ یہ بات اگر نسخ کی دلیل نہیں تو کم از کم نبی ﷺ کی اصل رغبت کا پتا دینے والی ضرور ہے۔

دوسرا جواب:

ان احادیث کا دوسرا جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کا اپنے لیے اور دوسروں کے لیے لفظِ ''سید'' استعمال کرنا صحیح مان لیتے ہیں، اور یہ بھی صحیح مان لیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس سے پہلے بھی استعمال کیا اور بعد میں بھی اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا، اور یہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے لیے سید کا لفظ یومِ قیامت کے لیے ہی نہیں بلکہ مطلق فرمایا تھا۔ بایں ہمہ اب یہ کہاں سے اور کیسے نکال لیا جائے کہ نبی ﷺ نے تو عام حالات میں اس لفظ کو استعمال فرمایا ہم اسے درود شریف میں اور وہ بھی نماز میں جوڑ دیں؟ آپ ﷺ کی یہ صفت ثابت اور بجا لیکن ہر صفت کو نماز میں شامل کر لینا کیسے ثابت ہوگا جبکہ خود نبی ﷺ نے درود شریف

میں اس لفظ کو استعمال نہیں کیا اور کسی صحیح سند والے اثر کی رو سے کسی صحابی نے بھی ایسا نہیں کیا تو پھر ایسا کیوں کریں؟ اور خصوصاً نماز میں!

دوسری دلیل:

قائلینِ اضافہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی درود شریف والے صیغہ میں وارد لفظِ ''سید'' سے بھی استدلال کرتے ہیں، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے احسن الفاظ پر مشتمل درود پڑھا کرو کیوں کہ کیا معلوم وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کر دیا جائے۔ اور پوچھنے پر انھوں نے جو درود شریف بتایا وہ یوں ہے:

« اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ... الخ »

''اے اللہ! اپنا درود، رحمت اور برکت نازل فرما تمام رسولوں کے سردار، تمام متقین کے امام اور خاتم النبیین، اپنے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔''

جواب:

یہ اثر اگرچہ ابن ماجہ، شعب الایمان بیہقی، مسند دیلمی اور الفوائد للتمام میں اسود بن یزید کے طریق سے مروی ہے لیکن یہ ضعیف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ استدلال ہے۔ چنانچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ابن ماجہ سے اس اثر کو نقل کر کے آخر میں لکھا ہے: ''وَهٰذَا مَوْقُوْفٌ'' ''اور یہ موقوف ہے۔'' جو اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مرفوع ارشاد نہ ہونے کا پتا دیتا ہے۔[1]

[1] ابن کثیر (۳/ ۵۰۹)

"الشفاء" میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی اسے نقل کیا ہے۔[1] جن سے نقل کر کے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے فتویٰ میں لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس اثر کی سند ضعیف ہے۔[2] دورِ حاضر کے معروف محدث علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس اثر کو ضعیف سنن ابن ماجہ میں وارد کیا ہے۔[3] لہٰذا اس اثر سے دلیل اخذ کرنا صحیح نہ ہوا۔ اور موقوف روایات صحیح بھی ہوں تب بھی ان سے استفادہ و تائید تو ٹھیک ہے استدلال صحیح نہیں ہے۔

تیسری دلیل:

قائلینِ جواز و استحباب اُس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ درود شریف میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" کے بعد میں نے "وَبَرَكَاتُهٗ" کا اور "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے بعد "وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ" کا اضافہ کیا ہے۔ جب ایک صحابی کا یہ اضافہ جائز و ثابت ہے تو درود شریف میں لفظ "سید" کا اضافہ کیسے جائز نہیں ہوگا؟ حافظ ابن حجر نے یہ حدیث ابو داود سے نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے اور دارقطنی نے بھی اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔[4]

جواب:

مانعینِ اضافہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے الفاظ "زِدْتُّ فِيْهَا" کہ "اس میں مَیں نے یہ اضافہ کیا ہے" کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ انھوں

[1] الشفاء مع الشرح (٣/ ٧٩٩١_ ٧٩٥)

[2] الفتوىٰ بحوه اله صفة صلاة النبي ﷺ (ص: ١٠٤)

[3] ضعيف ابن ماجه للألباني (ص: ٦٩) طبع بيروت المكتب الإسلامي.

[4] أبو داود مع العون (٣/ ٢٥٥) رسائل ومسائل (٥/ ٢٠٤، ٢١١)

نے ان الفاظ کا اضافہ اپنی گرہ سے کردیا ہوگا۔ بلکہ یہ الفاظ انھوں نے دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے سنے اور انھیں خود اپنے سنے ہوئے الفاظ کے ساتھ شامل کرلیا اور مکمل شکل روایت کردی۔[1]

تو گویا مرفوع حدیث میں ثابت الفاظ کو ان کا ذاتی اضافہ قرار دینا درست نہیں ہوگا۔ اور یہ کہنا کہ ہوسکتا ہے مرفوع حدیث کبھی ان کے علم میں نہ آئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت ان کے علم میں آئی ہو جب وہ اپنی طرف سے اضافہ کر چکے ہوں، یہ محض احتمالات ہیں اور احتمالات پر کسی مسئلے کی بنیاد رکھنا نرا تحکّم ہے۔ اور پھر معروف قاعدہ ہے: ''اِذَا جَاءَ الْاِحتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ'' ''جب کسی دلیل میں احتمال وارد ہو جائے تو اس سے استدلال کرنا باطل ہوتا ہے۔''

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ کوئی بھی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی گئی تعلیم میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ یہ کسی صحابی سے سرزد ہو، کیوں کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں اضافہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر استدراک شمار ہوگا جو ہرگز ہرگز درست نہیں ہے، جیسا کہ تشہد کے الفاظ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' کی جگہ ''اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ'' کے تذکرے کے ضمن میں بھی یہ بات مذکور ہے۔ استدراک اور وہ بھی تعلیماتِ نبوی پر؟

چوتھی دلیل:

درود شریف کے مسنون وماثور ہونے میں ''سیدنا ومولانا'' کے اضافے کو جائز ومستحب قرار دینے والوں کا استدلال اُس حدیث سے بھی ہے جو ابو داود، ترمذی، دارقطنی اور مسند احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں

[1] صفة الصلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ص: ١٦٣)

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" تک تشہد کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا:

«اِذَا قُلْتَ هٰذَا (أَوْ قَضَيْتَ هٰذَا) فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ، اِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ، وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ» [1]

"جب تم نے یہ کلمات کہہ لیے تو تمھاری نماز پوری ہوگئی۔ اب اگر کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو۔"

وجہِ استدلال:

اس حدیث سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ "عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" پر نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد آدمی کچھ نہ پڑھے تب بھی اس کی نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ اور درود و دعا تشہد میں شامل نہیں ہے بلکہ اس سے ایک زائد چیز ہے۔ اس زائد کا پڑھنا یقیناً مستحب ہے، لیکن اس کے لیے شارع علیہ السلام نے کوئی عبارت مخصوص نہیں کی جس کے الفاظ مقرر ہوں اور ان میں کوئی کمی بیشی نہ کی جا سکتی ہو...الخ۔ [1]

پہلا جواب:

قائلین کی اس دلیل کا پہلا جواب مانعین کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ کبار حفاظِ حدیث نے "عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" کے بعد والے الفاظ کو الحاقی قرار دیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں بلکہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے جو راوی کی خطا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ خود بعض قائلین علماء کے بقول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث چار مختلف صورتوں میں منقول ہوئی ہے۔ ان چار میں سے ایک صورت میں تو "عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" پر حدیث ختم ہو جاتی ہے،

---

[1] أبو داود مع العون (٣/ ٢٥٤) ترمذي ومسند أحمد و درامي (١/ ٣٢٩) ودار قطنی

[2] رسائل ومسائل (٥/٣٠٤۔٢٠٥)

بعد والے الفاظ سرے سے اس میں آئے ہی نہیں۔ دوسری صورت میں صراحتاً مذکور ہے کہ یہ الفاظ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے ہیں۔ تیسری صورت میں بعد والی عبارت ''فَقَالَ'' یا ''ثُمَّ قَالَ'' کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قائل کون ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے؟ دونوں احتمال موجود ہیں۔ اور چوتھی صورت میں ''عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' کے بعد ''اِذَا قُلْتَ هٰذَا'' کے الفاظ بالکل متصل ہیں اور کوئی ایسی علامت نہیں پائی جاتی جس سے یہ شبہ کیا جا سکے کہ بعد والے الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں۔[1]

ان چاروں صورتوں پر تھوڑا بھی غور کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ پہلی دو صورتوں میں تو واضح ہے کہ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں۔ تیسری میں بھی یقینی بات نہیں کہ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں، محض احتمال ہے کہ جو کسی روایت کے قابلِ استدلال ہونے میں مانع ہے، جیسا کہ قاعدہ گزرا ہے: ''اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ'' ایک ہی صورت رہ جاتی ہے جس میں کوئی واضح علامت نہیں۔ اب اگر اس صورت کے بارے میں کبار حفاظِ کرام فیصلہ کر دیں کہ اس میں یہ آخری جملہ الحاقی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں، تو ماہرینِ فن کی اس بات کو مان لینے میں کیا حرج ہے۔[2]

ہاں اگر محض اپنی طے شدہ رائے ہی کو ثابت کرنے کی لگن رہے تو دوسری بات ہے۔ سر میں سمائے سودے کے خلاف ماہرین کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ اگر کچھ اس قسم کی بات یہاں بھی ہو تو پھر بہر حال جو بھی کہہ لیں سو کہہ لیں، ورنہ کبار حفاظِ کرام اور محدّثین کے متفقہ فیصلے کو ٹھکرانا اور وہ بھی اس میدان کے باہر کے آدمی کے لیے، بہت بڑی جسارت ہے۔ عقلی اڑنگا لگا کر علامہ ابو الحسن سندھی حنفی رحمہ اللہ اور

[1] مختصراً از عون المعبود (٣/ ٢٥٤۔ ٢٥٥) رسائل و مسائل (٥/ ٢١٢۔ ٢١٣)

[2] راجع للتفصيل جلاء الأفهام (ص: ١٨٧۔ ١٠٩) عون المعبود (٣/ ٢٥٤۔ ٢٥٥)

دوسرے جلیل القدر محدّثینِ کرام کے فیصلے کو رد کرنا بھی تو کوئی اچھی مثال نہیں ہے۔ ایک جملہ ہی جب کم از کم مختلف فیہ ہے پھر اس پر اتنا بڑا محل کیونکر تعمیر کر دیا جائے؟

دوسرا جواب:

اگر بالفرض مان ہی لیا جائے کہ یہ الفاظ الحاق نہیں بلکہ ارشادِ نبوی ﷺ کا حصہ ہیں تب بھی امرِ واقعہ یہ ہے کہ تشہد کی تعلیم نبی ﷺ نے ابتدائی دور میں ہی دے دی تھی جبکہ نماز فرض کی گئی تھی اور درود و سلام کا حکم سورۃ الاحزاب میں نازل ہوا تھا جو ۵ھ کے قریب قریب نازل ہوئی تھی، لہٰذا بعدوالے حکم ﴿صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ نے پہلے والے حکم کو بدل دیا تھا۔ کیوں کہ اس آیت کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر کہ نماز میں آپ ﷺ پر کیسے درود پڑھیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: « قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ... الخ » ''نماز میں یوں کہو: اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج ...... الخ'' اس معنیٰ و مفہوم کی احادیث کی رو سے اس وقت کے بعد سے درود شریف نماز میں ضروری ہو چکا ہے، مرضی کا معاملہ نہیں رہا، جیسا کہ اس کا حکم قدرے تفصیل سے ہم قعدۂ ثانیہ کے مسائل کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کیا سورۃ الاحزاب سے ناواقف تھے![1] تو اس سلسلے میں صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یقیناً ایک نہایت جلیل القدر صحابی تھے لیکن درجۂ نبوت و عصمت پر تو فائز نہیں تھے۔ اور پھر ان کے بعض تفرّدات بڑے معروف ہیں جو علامہ زیلعی رحمہ اللہ کی نصب الرایہ اور دیگر کتب کے حوالے سے ہم ''رفع یدین'' کے موضوع پر اپنی ایک مستقل کتاب میں قدرے تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ انھیں مذکورہ کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے جو چھپ چکی ہے۔ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ.

---

[1] رسائل ومسائل (٥/ ٢١٤)

دور کی کوڑی:

قائلین نے بعض دیگر دلائل بھی ذکر کیے ہیں۔ مثلاً جمع و تدوینِ قرآن اور سات قراءتوں کے بجائے ایک قراءت پر اتفاق، حکم نازل ہونے سے قبل مدینہ میں جمعہ کے قیام کی بات، ”حَمْداً كَثِيْراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْهِ“ (بے شمار، پاکیزہ و بابرکات حمد و ثناء) کے الفاظ والی حدیث، جمعہ کی پہلی اذان وغیرہ۔ اور ان سے پہلے تو تعبّدی امور میں استثنائی صورتوں یا ردّوبدل اور کمی بیشی کی گنجایش کا پہلو نمایاں کیا گیا ہے اور پھر درود شریف میں بھی ”سیدنا و مولانا“ کے اضافے کی گنجایش پیدا کی گئی ہے۔[1]

ان چاروں باتوں سے بھی درود شریف میں ”سیدنا و مولانا“ پر استدلال دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے۔ اور یہاں اگر ”مصالح مرسلہ“ کی تفصیلات بیان کر کے ان باتوں کا جواب ذکر کیا جائے تو بات مزید طویل ہو جائے گی، لہٰذا ہم اس سے صرفِ نظر کر رہے ہیں۔

خلاصۂ کلام:

بہر حال جانبین کے دلائل آپ کے سامنے آ گئے ہیں۔ دو طرفہ دلائل کو دیکھتے ہوئے اگر ہر دو کے جواز کو بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی دلائل کی قوت مانعین کی طرف ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول راجح یہی ہے کہ کسی اضافہ کے بغیر ہی نبی ﷺ سے ثابت شدہ درود شریف پڑھا جائے۔ سلطان العلماء العز بن عبد السلام کا بھی یہی فتویٰ ہے۔[2]

---

[1] دیکھیں: رسائل و مسائل (۵/۲۱۴۔ ۲۲۶)

[2] فتاویٰ سلطان العلماء (ص: ۷۹)

اہلِ علم کے لیے لفظ ''مولانا'' کا استعمال:

نماز کے دوران اور وہ بھی نبی ﷺ کے بتائے ہوئے مسنون درود شریف کے اندر اپنی طرف سے اور محض اپنی مرضی سے ''سیدنا'' اور ''مولانا'' کے اضافہ کے بارے میں تفصیلات آپ کے سامنے آگئی ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔

اب یہیں ان الفاظ کی مناسبت سے اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتے جائیں کہ کراچی (پاکستان) میں ایک صاحب تھے جو اب الحمد للہ ''گزر'' گئے ہیں، انھوں نے ایک عرصہ تک تکفیر و شرک سازی کی وہ شمشیر چلائی کہ ان کے ہاتھوں سے تھوڑی ہی گردنیں بچی ہوں گی اور شاید جو بچی ہوں گی وہ ان کی اپنی ہی مرضی و جماعت کے لوگ ہوں گے، ورنہ تو انھوں نے بڑے بڑوں کو بھی نہیں چھوڑا۔

انھوں نے اہلِ علم و فضل لوگوں کو مولوی و مولانا کہنے کے خلاف خوب بھڑاس نکالی اور اس کے ڈانڈے شرک سے ملا دیے اور استدلال عموماً ان آیات و احایث سے کیا جن میں اللہ تعالیٰ کے لیے ''مولا'' جیسے الفاظ آئے ہیں۔ یہ رسالہ لکھتے وقت وہ صاحب یہ بھول ہی گئے کہ ''مولا'' کا معنیٰ صرف آقا یا سردار و پیشوا ہی نہیں ہوتا، مولا کے اور بھی کئی معانی ہیں، جیسے قرآنِ کریم میں اللہ کے علاوہ غلام کے مالک کے لیے بھی یہ لفظ آیا ہے اور اس کا ایک معنیٰ تو سراسر پہلے معنی کے برعکس ''آزاد کردہ غلام'' بھی ہے۔ آقا کے لیے بھی مولا اور غلام کے لیے بھی مولا کا لفظ موجود ہے۔ بلکہ کتبِ حدیث کی ایک بہترین سند عن نافع مولیٰ ابن عمر عن ابن عمر عن النبی ﷺ کے الفاظ سے مشہور و معروف ہے، تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ کئی دیگر اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ علیا کی طرح یہ صفت ''مَوْلَا ... وَمِنْهُ مَوْلَانَا'' بھی خالق و مخلوق کے ما بین مشترک ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ لہٰذا اہلِ علم و فضل کے لیے لفظِ ''مولانا'' کے استعمال پر سیخ پا نہیں ہونا چاہیے۔ جب یہی لفظ غلام کے لیے بھی

مستعمل ہے تو اس میں پھر شرک کی تو بُو تک نہیں ہونی چاہیے، چہ جائیکہ ایسا کہنے اور کہلوانے والوں پر شرک کی تلوار چلا دی جائے۔

اخبارات و جرائد اور مجلّات میں اس ''رسالے'' کی تردید میں کئی مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں اس لفظ ''مولا'' کی لغوی و اصطلاحی تشریحات کے حوالے سے اس کے استعمال کے ''جواز'' کا پہلو نمایاں کیا گیا ہے اور یہ جواز کی رائے صحیح بھی ہے۔ وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ.

درود شریف پڑھنے کے مقامات ومواقع

پہلا مقام:

قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف کی ممانعت یا جواز؟ ایک تحقیق

قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف کے سلسلے میں معروف مسلک تو یہی ہے کہ اس میں یہ نہ پڑھا جائے، بلکہ پڑھ لینے پر سجدہ سہو کرنے کا کہا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا مسلک یہ ہے کہ قعدۂ اُولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنا چاہیے، یا کم ازکم پڑھ لینا جائز ہے اور اس پر سجدہ سہو لازم ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس ضمن میں دونوں طرف دلائل بھی موجود ہیں۔

تحقیقاتِ جدیدہ اور ایک اصولی قاعدہ:

یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ مختلف وسائل وذرائع کا انسان کی تحقیق پر اثر پڑتا ہے اور شریعت نے بھی انسان کو اختیار دیا ہے کہ ازروئے دلیل صحیح تر بات کو زیرِ عمل لایا جائے، وہ چاہے جب بھی ثابت ہوجائے۔ اور صحیح تر بات کے ثابت ہو جانے کے بعد مرجوح کو ترک کر دینا ہی اہلِ تحقیق کی شان ہے۔ یہ بات مسئلہ زیرِ بحث میں بڑی آسانی کے ساتھ سمجھی جاسکتی ہے کہ خود علمائے حدیث خصوصاً علمائے برصغیر پاک وہند کا بعض مسائلِ نماز میں جو تعامل تھا موجودہ دَور کے بعض علماء اور خصوصاً عرب علماء کی تحقیق ان سے مختلف ہے اور علمی میدان میں ایسا ہونا فطری عمل ہے۔ ایسے مسائل ہی میں سے ایک مسئلہ قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف پڑھنے کا ہے۔

دورِ حاضر تک متعدد کتب کے شائع ہو جانے اور بعض اہلِ علم کے فنِ حدیث میں غیر معمولی تبحّر حاصل کر لینے سے بعض مسائل کی قدیمی شکل میں فرق متحقق ہوا ہے۔ اگر یہ فرق محض قیاس و رائے کی رو سے پیش کیا جاتا تو قابلِ التفات و لائقِ اعتنا نہ ہوتا، لیکن ان مسائل کی بنیاد عموماً کسی نہ کسی نص پر ہے، اس لیے ان کی رعایت کیے بغیر چارہ نہیں۔[1]

لہٰذا محض متقدمین علماء کی تحقیق پر اڑے رہنے کی بجائے تحقیقاتِ جدیدہ میں واردہ نصوصِ صحیحہ سے ثابت شدہ مسائل کو اپنا لینا چاہیے، کیوں کہ ائمہ اربعہ سمیت کبار فقہاء اور تمام علمائے حدیث کا یہی مسلک ہے کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو اسے لے لیا جائے اور اس پر عمل کر لیا جائے، یہ انتظار نہ کیا جائے کہ پہلے اس پر کسی نے عمل کیا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ حدیث و سنت کسی کے عمل سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ثبوت پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ اصولی قاعدہ ہے۔

الغرض آیئے جانبین کے دلائل کا مطالعہ کریں اور پھر ان کے بارے میں کبار محدّثین و محققینِ کرام کی رائے بھی دیکھیں۔

مانعین کے دلائل

پہلی دلیل:

فقہائے احناف اور ان کے موافقین فقہائے مالکیہ جو قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف نہ پڑھنے کے قائل ہیں، ان کا استدلال جن احادیث سے ہے، ان میں سے پہلی حدیث صحیح ابن خزیمہ و مسند احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[1] ماہنامہ ''محدث'' بنارس (ص: ۴۳) عدد مسلسل ۱۰۵، جلد: ۹، شمارہ: ۱۰، ربیع الأول ۱۴۱۳ھ، اکتوبر ۱۹۹۱ء ملخصاً.

« ... ثُمَّ اِنْ كَانَ فِيْ وَسَطِ الصَّلَاةِ نَهَضَ حِيْنَ يَفْرُغُ مِنْ تَشَهُّدِهٖ وَاِنْ كَانَ فِيْ آخِرِهَا دَعَا بَعْدَ تَشَهُّدِهٖ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّدْعُوَ، ثُمَّ يُسَلِّمُ »[1]

''...پھر اگر آپ ﷺ نماز کے وسط میں ہوتے تو تشہد سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے اور اگر نماز کے آخر میں ہوتے تو تشہد کے بعد اللہ جو چاہتا آپ ﷺ وہ دعائیں مانگتے اور پھر سلام پھیر دیتے۔''

پہلا جواب:

اس حدیث کی سند پر کوئی خاص اعتراض ہمارے علم میں نہیں ہے۔ البتہ اس حدیث سے پہلے قعدہ میں صرف تشہد پر اکتفا کرنے کی دلیل اخذ کرنے کو بعض کبار اہلِ علم نے صحیح نہیں مانا۔ جیسا کہ پیر مُحِبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے اپنے مقالہ ''التحقيق المُستحلىٰ فِي ثبوت الصَّلاة على النبى ﷺ في القعدة الأولىٰ''، یعنی ''قعدۂ اُولیٰ میں بھی نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا ثبوت'' میں لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی متعدد احادیث کی رو سے پہلے قعدہ میں بھی درود شریف پڑھنا ثابت ہے اور وہ احادیث بھی صحیح اسناد سے وارد ہوئی ہیں، لہٰذا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلے قعدہ میں تشہد پر اکتفا کے لیے استدلال میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور خصوصاً اس لیے بھی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سابقین میں سے اور قدیم الاسلام ہیں، لہٰذا جو واقعہ وہ اس حدیث میں بیان فرما رہے ہیں وہ پہلے کا تھا اور قعدۂ اُولیٰ میں

---

[1] صحيح ابن خزيمه بتحقيق دكتور مصطفىٰ اعظمى (١/ ٣٥٠) مسند أحمد (١/ ٤٥٩) الفتح الرباني (٤/ ٢/ ٣) مجمع الزوائد علامه هيثمى (٢/ ١٤٢) وقال الهيثمي: رجاله موثوقون وصححه احمد شاكر فِي تحقيق المسند (٦/ ١٤٨ـ ١٧٨)

تشہد کے ساتھ درود شریف پڑھنا بعد کا ارشاد ہے، اس لیے پہلا حکم بعد میں آنے والے حکم کا رافع نہیں ہوسکتا۔ اور درود شریف کے حکم کا بعد میں ہونا بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن کی نصوص اور متعلقہ تفصیلات قائلینِ درود شریف کے دلائل کے ضمن میں آنے والی ہیں۔

دوسرا جواب:

علاوہ ازیں دونوں (طرح کی) حدیثوں کو اس طرح بھی جمع کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جو صرف تشہد کا ذکر ہے تو اس سے مراد تشہد مع الصلاۃ (یعنی درود شریف سمیت تشہد) ہے اور عربی زبان میں چند اشیاء کے مجموعے کی طرف ایک اہم جزء سے اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً «مَنْ قَامَ رَمَضَانَ... الخ» میں ذکر تو قیام ہی کا ہے لیکن مراد پوری نماز ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور آگے پھر اس کی مزید وضاحت بھی کی ہے۔[1]

تیسرا جواب:

اس کا تیسرا جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ ''نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (مختلف اوقات میں) مختلف انداز اختیار فرماتے تھے۔ بعض اوقات تشہّدِ اوّل میں درود شریف بھی پڑھ لیتے اور بعض اوقات درود شریف پڑھے بغیر ہی کھڑے ہو جاتے۔ اور یہ جمع و تطبیق اس لیے ضروری ہے تا کہ دونوں طرح کی احادیث و روایات اپنے اپنے مقام پر صحیح ہوں، ان سب پر عمل بھی کیا جا سکے اور بلا وجہ کسی حدیث کو منسوخ قرار دینے کی نوبت نہ آئے۔[2]

---

[1] مقالہ مذکور منشورہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور (جلد: ۴۱، شمارہ: ۴۷، بابت ۸ جمادی الأولی ۱۴۱۰ھ بمطابق ۸ دسمبر ۱۹۸۹ء)

[2] حوالہ سابقہ، نیز دیکھئے مضمون: ''پہلے تشہد میں درود یا دعا پڑھنا'' از حافظ عبد الستار الحماد، ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' لاہور (جلد: ۲۰، شمارہ: ۴۲، بابت ۱۸/ربیع الاول ۱۴۱۰ھ)

اس جمع و تطبیق کی ضرورت اس لیے بھی پیش آتی ہے کیوں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ''وسط الصَّلاۃ'' کے جو الفاظ ہیں ان سے مراد اگر نماز کا ٹھیک وسط ہی ہو تو یہ چیز نمازِ مغرب میں صحیح ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ اس میں تشہد نماز کے وسط میں نہیں بلکہ دو تہائی کے بعد ہے۔ اس صورت میں نمازِ مغرب کے قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف پڑھنے کی ممانعت کی کوئی دلیل نہ ہوئی۔ اور اگر وسط سے مراد آخری سے پہلا قعدہ ہے تو وہ چاہے ٹھیک وسط میں ہو جیسے چار رکعتوں والی نماز میں ہوتا ہے، چاہے ٹھیک وسط میں نہ ہو جیسے نمازِ مغرب کا قعدۂ اُولیٰ ہے، تو اس صورت میں بھی دونوں طرح کی احادیث میں جمع و موافقت کی ضرورت ہے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث کی رو سے پہلے قعدہ میں بھی درود شریف کا پڑھنا ثابت ہے۔ لہٰذا ان دونوں طرح کی احادیث کو باہم ٹکرانے اور پھر ناسخ و منسوخ کے چکر میں پڑنے کی بجائے ان میں موافقت پیدا کر لینی چاہیے، جبکہ اس کی گنجایش بھی ایک نہیں بلکہ دو طرح سے موجود ہے کہ یا تو پہلے والے تشہد کو جزء ذکر کر کے کُل مراد لینے والے عربی قاعدہ کی رو سے تشہد مع درود شریف مراد لیا جائے یا پھر مختلف مواقع پر مختلف انداز سے عمل والی موافقت کو اختیار کر لیا جائے۔[1]

اس طرح قعدۂ اُولیٰ میں بھی درود شریف کی کم از کم مشروعیت و جواز واضح ہے۔

دوسری دلیل:

مانعین نے درود شریف نہ پڑھنے پر ایک دوسری حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو سنن ابی داود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، مسند شافعی، مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں ہے جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا جَلَسَ فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَاَنَّهٗ

[1] دیکھیں ہفت روزہ ''الاعتصام'' و ''اہلحدیث'' مذکورہ بالا۔

عَلَى الرَّضْفِ》[1]

''نبی ﷺ جب پہلی دو رکعتوں کے بعد تشہد کے لیے بیٹھتے تو یوں بیٹھتے گویا آپ ﷺ گرم پتھر پر بیٹھے ہیں۔''

اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ پہلے تشہد میں صرف التحیات ہی پڑھتے ہوں گے، درود شریف نہیں پڑھتے ہوں گے، ورنہ گرم پتھر پر بیٹھنے کا کوئی معنیٰ نہیں بنتا۔

پہلا جواب:

ان کی اس دلیل کے بھی کئی جوابات ممکن ہیں، جن میں سے پہلا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ روایت اگرچہ صحیح نہیں ہے، لیکن اگر اسے صحیح ہی مان لیا جائے تو اس کے ظاہری الفاظ سے تو نہ صرف درود شریف نہ پڑھنے کا بلکہ التحیات بھی نہ پڑھنے کا پتا چلتا ہے، کیوں کہ جس گرم پتھر پر بیٹھ کر درود شریف نہیں پڑھا جا سکتا اس پر بیٹھ کر التحیات کس طرح پڑھا جاسکتا ہے؟ اور التحیات نہ پڑھنے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اور جب کسی گرم پتھر پر بیٹھ کر التحیات پڑھا جا سکتا ہے تو پھر اس پر بیٹھے بیٹھے درود شریف بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

دوسرا جواب:

مانعین کی دوسری دلیل کا دوسرا جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ یہ دلیل جس حدیث سے اخذ کی گئی ہے وہ حدیث اس کی سند میں پائے جانے والے انقطاع کی وجہ سے معلول ہے، کیوں کہ اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے راوی ان کے بیٹے ابوعبیدہ عامر رحمہ اللہ ہیں، جبکہ محدّثین نے ان کے

[1] الفتح الرباني (٤/ ١٧) أبو داود مع معالم السنن للخطابي (١/ ١/ ٢٠٢) والعون المعبود (٣/ ٢٨٦) مصنف ابن أبي شيبة (١/ ٢٢٩) التلخيص (١/ ٢٦٣) الترمذي مع التحفة (٢/ ٣٦١)

اپنے والد سے سماع کی تردید کی ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے ''بَابُ مَا جَاءَ فِيْ مِقْدَارِ الْقُعُوْدِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ'' میں اس حدیث کو روایت کرنے اور حسن کہنے کے بعد خود بھی فرما دیا ہے:

«اِلَّا اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ» [1]

''سوائے اس کے کہ ابو عبیدہ نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی۔''

لہٰذا یہ سند منقطع ہوئی، جیسا کہ شارح ترمذی علامہ عبد الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ نے بھی ''تحفة الأحوذي'' میں صراحت کی ہے۔[2]

اسی طرح ''صحیح مسلم''، ''مختصر ابی داود''، ''التلخيص الحبير''، ''فتح الباري''، ''عون المعبود'' اور دیگر کتب میں عمرو بن مرّہ کا قول روایت کیا گیا ہے کہ انھوں نے ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ آپ کو اپنے والد گرامی سے سنی سنائی کوئی بات یاد ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے کوئی چیز یاد نہیں ہے۔[3]

اس تفصیل سے اس حدیث کا معلول ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی اس سے قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف پڑھنے کی نفی ہرگز نہیں ہوتی، جیسا کہ پہلے جواب کے طور پر یہ بات کہی جا چکی ہے۔

اسی مفہوم کے بعض دیگر آثار:

اس مرفوع حدیث کے مفہوم پر مشتمل بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے موقوف آثار بھی ملتے ہیں۔ مثلاً مصنف ابنِ ابی شیبہ میں تمیم بن سلمہ کے طریق سے مروی ہے:

---

[1] ترمذی مع التحفة (٢/ ٣٦٢)

[2] تحفة الأحوذی شرح ترمذی از علامه عبد الرحمن مبارك پوري (٢/ ٣٦٢)

[3] التلخيص الحبير لابن حجر (١/ ١/ ٢٦٣) مختصر أبي داود للمنذري (١/ ٤٨٩) بحوالہ ہفت روزہ ''اہلحدیث'' مذکورہ بالا۔ فتح الباري (٢/ ٣١٤) عون المعبود (٣/ ٢٨٧) ہفت روزہ ''الاعتصام'' (جلد: ۴۵، شمارہ: ۱۷، رجب ۱۴۱۳ھ یکم جنوری ۱۹۹۲ء شمارہ مذکورہ بالا)

«كَانَ اَبُو بَكْرٍ اِذَا جَلَسَ فِيُ الرَّكْعَتَيْنِ كَأَنَّهٗ عَلَى الرَّضُفِ»[1]

''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب دو رکعتوں (کے بعد تشہد) میں بیٹھتے تو ایسے ہوتے جیسے کسی گرم پتھر پر بیٹھے ہوں۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے:

«مَا جَعَلْتُ الرَّاحَةَ فِيُ الرَّكْعَتَيْنِ اِلَّا لِلتَّشَهُّدِ»[2]

''میں نے دو رکعتوں میں صرف تشہد کے لیے کچھ راحت کی۔''

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار شرعی حجت نہیں ہوتے بلکہ محض تائید و تقویت کے لیے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اس لیے ہم نے موقع کی مناسبت سے انھیں بھی ذکر کر دیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی اس حدیث کو اپنی کتاب ''الاُمّ'' میں نقل کر کے لکھا ہے:

« ففيُ هٰذا دليلٌ علٰى أن لا يزيد في الجلوس الأوَّل على التَّشَهُّدِ و الصَّلاةِ على النبى صلی اللہ علیہ وسلم »[3]

''اس اثر میں اس بات کی دلیل ہے کہ قعدۂ اُولیٰ میں صرف تشہد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔''

تو گویا امام شافعی رحمہ اللہ نے اولاً یہی موقف اختیار کیا ہے جسے اس دلیل کے پہلے جواب کے طور پر ہم بیان کر چکے ہیں کہ قعدۂ اُولیٰ میں دعائیں وغیرہ تو نہ کریں تاکہ یہ قعدہ طویل نہ ہو جائے البتہ درود شریف پڑھے بغیر نہ اٹھیں، کیوں کہ جس گرم

[1] التلخيص الحبير (١/ ١/ ١٦٣) وصححه، مصنف ابن أبي شيبة (١/ ٣٢٩)

[2] حوالہ سابقہ

[3] كتاب الأم لإمام شافعى (١/ ١٢١) بحوالہ ہفت روزہ ''اہلحدیث'' ایضاً

پتھر پر التحیات مکمل پڑھا جاسکتا ہے وہاں درود شریف بھی تو پڑھا جاسکتا ہے۔ لمبا صیغہ نہیں تو کوئی چھوٹا صیغہ ہی سہی، کیوں کہ درود شریف کے بھی متعدد صیغے نبی ﷺ سے ثابت ہیں جنھیں ہم اس موضوع کے شروع میں آپکی خدمت میں پیش کر چکے ہیں۔ امام شوکانی نے ''نیل الأوطار'' میں لکھا ہے کہ اس گرم پتھر والی حدیث (کو صحیح بھی مان لیں تو اس) سے زیادہ سے زیادہ صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ قعدۂ اُولیٰ خفیف ہونا چاہیے اور یہ قعدۂ ثانیہ کے مقابلے میں اس طرح بھی خفیف ہوسکتا ہے کہ اس میں جو معوذات اور دعائیں ہیں وہ قعدۂ اُولیٰ میں نہ کی جائیں اور درود شریف کا بھی مختصر سا صیغہ اختیار کیا جائے۔ اس طرح قعدۂ اُولیٰ قعدۂ ثانیہ کی نسبت بہت خفیف ہو جاتا ہے۔[1]

3- تیسری دلیل:

قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف کے مانعین تیسری دلیل کے طور پر جو حدیث پیش کرتے ہیں وہ مسند ابی یعلیٰ میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَزِيْدُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ عَلَى التَّشَهُّدِ))[2]

''نبی ﷺ دو رکعتوں کے بعد تشہد سے زیادہ کچھ نہیں پڑھتے تھے۔''

جواب:

اس حدیث کو نقل کر کے علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ یہ ابوالحویرث عن عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے مروی ہے اور بظاہر یہ راوی خالد بن الحویرث ہیں جو

[1] نیل الأوطار (۲/ ٤/ ۲۸۸)

[2] بحواله مجمع الزوائد (۱/ ۲/ ۱٤۲) مخطوطه ابو یعلیٰ (۲/ ٤٦) بحواله الاعتصام مذکوره سابقه پیر راشدی وقد طبع مسند یعلیٰ بتحقیق الشیخ ارشاد الحق الأثری طبع دار القبلة جدة، مدرسة علوم القرآن بیروت (٤/ ۲٤۸، رقم الحدیث: ٤۳٥٦) وکذلك بتحقیق حسین سلیم اسد طبع دار المامون دمشق (۷/ ۳۳۷، رقم الحدیث: ٤۳۷۳)

ثقہ ہیں، جبکہ اس حدیث کے دوسرے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔[1]

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کے اس کلام سے بظاہر اس حدیث کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے، جبکہ درحقیقت ایسا نہیں، بلکہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

1 اس حدیث کے وہ راوی جو اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسے بیان کرتے ہیں ان کے بارے میں مجمع الزوائد میں علامہ ہیثمی نے شک کے انداز سے فرمایا ہے کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس سند میں جو ابو الحویرث ہیں وہ خالد بن الحویرث ہیں اور وہ ثقہ ہیں، جبکہ حقیقت اس سے مختلف ہے، کیوں کہ پیر راشدی نے اپنے مقالے میں اپنے پاس موجود مسند ابی یعلیٰ کے مخطوطہ سے (۲/ ۴۶) حوالہ دے کر لکھا ہے کہ اس کی سند میں ابو الحویرث راوی ہے ہی نہیں بلکہ ابو الجوزاء نامی راوی ہے۔[2]

اور اب تو مسند ابی یعلیٰ کے ایک نہیں دو اِڈیشن چھپ چکے ہیں، ایک مولانا ارشاد الحق اثری کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ اور دوسرا حسین سلیم اسد کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ۔ لہٰذا ہاتھ کنگن کو آرسی کیا![3]

اس نام۔ ابو الجوزاء۔ کے راوی کا اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں ہے، کیوں کہ ائمہ محدّثین کی تحقیق کے مطابق ابو الجوزاء کا سماع جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ان میں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں، جیسا کہ "تہذیب التہذیب" اور دیگر کتبِ رجال میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔[3]

---

[1] حوالہ سابقہ

[2] ہفت روزہ "الاعتصام" ایضاً.

[3] دیکھیں: بتحقیق اثری (٤/ ٢٤٨، رقم الحدیث: ٤٣٥٦) اور بتحقیق حسین سلیم اسد (٧/ ٢٣٧) وصححه وقد اخطا، رقم الحدیث (٤٣٧٣) طبع دار المامون دمشق.

[4] تہذیب التہذیب (١/ ٣٨٤) تحقیق مشکاۃ (١/ ٢٤٧)

جب ان کے عدمِ سماع کی صراحت ہوگئی تو یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو الجوزاء کے مابین انقطاع ہوا اور انقطاع والی حدیث ضعیف شمار ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال صحیح نہ ہوا۔ امام بخاری نے بھی ابو الجوزاء کے بارے میں لکھا ہے:

"فِيُ إِسنادِہٖ نَظَر"[1] "اس کی اسناد محلِ نظر ہیں۔"

ابن عمری کہتے ہیں:

" رَوٰی عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَا تَصِحُّ رِوَايَتُهٗ عَنُهُمُ لِاَنَّهٗ لَمُ يَسُمَعُ مِنُهُمُ"[2]

"انھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے لیکن ان کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرنا صحیح نہیں، کیوں کہ انھوں نے ان سے سنا ہی نہیں ہے۔"

2 اگر علامہ ہیثمی کی بات ہی کو مان لیا جائے کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرنے والے راوی ابو الجوزاء نہیں ابو الحویرث ہیں، تو پھر یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ یہ ابو الحویرث کون ہیں؟ خالد بن الحویرث یا عبد الرحمٰن بن معاویہ بن الحویرث؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب کے ابواب الکنٰی کی فصل "ح" میں لکھا ہے:

"أبو الحويرث عن عائشة، إن لم يكن الَّذي... قبله و إلَّا مجهول من الثالثة"[1]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرنے والے ابو الحویرث اگر پہلے ذکر کیے گئے صاحب نہیں تو پھر وہ تیسرے طبقہ کے مجہول راوی ہیں۔"

---

1. تحقيق المشكاة أيضاً
2. حوالہ سابقہ
3. التقريب للحافظ ابن حجر (ص: ٥٨٢) طبع ملتان

ان سے پہلے ذکر کیے گئے راوی ابو الحویرث کے بارے میں لکھا ہے:

"بالتصغیر الزرقی اسمه عبد الرحمٰن بن معاویة" [1]

"حارث کی تصغیر (حویرث) کے ساتھ زرقی ہیں، ان کا نام عبدالرحمٰن بن معاویہ ہے۔"

عبدالرحمٰن بن معاویہ کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے:

"عبد الرحمٰن بن معاویة بن الحویرث بالتصغیر الأنصاری الزرقی أبو الحویرث المشهور بکنیته، صدوق سیِّءُ الحفظ، رُمِیَ بِالارجاء، من السّادسة" [2]

"عبدالرحمٰن بن معاویہ بن الحویرث (تصغیر کا صیغہ) انصاری زرقی ابو الحویرث ہیں جو اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ سچے ہیں، حافظہ خراب تھا، مرجئہ میں سے ہونے کا ان پر الزام تھا اور یہ چھٹے طبقے کے راوی ہیں۔"

تو گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرنے والے راوی ابو الحویرث اگر عبدالرحمٰن بن معاویہ بن الحویرث ہیں تو وہ "سیِّءُ الحفظ" ہونے کے علاوہ چھٹے طبقۂ رواۃ میں سے ہیں اور حافظ ابن حجر نے "التقریب" کے شروع ہی میں اس بات کی تصریح فرما دی ہے کہ طبقہ مذکورہ کے کسی راوی کا کسی بھی صحابی سے سماع ثابت نہیں ہے۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی صحابیہ سے تو چوتھے پانچویں طبقے کے رواۃ کا سماع بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ چھٹے طبقہ کے رواۃ میں سے کسی کا ہو۔ ہاں اگر کوئی راوی

---

[1] التقریب (ص: ٥٨٤)

[2] التقریب (ص: ٣٢٠)

[3] التقریب (ص: ٤ مقدمه)

دوسرے اور تیسرے طبقہ کا ہو تو اس کا سماع ممکن ہے۔

الغرض اس تفصیل کی رو سے ابو الحویرث اگر عبد الرحمٰن بن معاویہ ہیں تو ان کے "سیّیء الحفظ" ہونے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور ان کے مابین انقطاع ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ اور یہ تو ہے ابو الحویرث کو عبد الرحمٰن بن معاویہ ماننے کی صورت میں۔[1]

3 اور اگر یہاں ابو الحویرث سے بقول علامہ ہیثمی خالد بن الحویرث مراد لیے جائیں (جو دراصل نہیں) تب بھی بات نہیں بنتی۔

یہ اس لیے کہ اگرچہ علامہ ہیثمی نے انھیں ثقہ کہا ہے۔[2] اور امام ابن حبان نے انھیں اپنی کتاب "الثقات" میں ذکر کیا ہے۔[3] لیکن دیگر کئی محدّثینِ کرام نے ان پر جرح کی ہے۔ اور ابن حبان کے متعلق تو معروف ہے کہ وہ توثیق کے معاملے میں کچھ متساہل واقع ہوئے ہیں حتیٰ کہ وہ ہر مجہول الحال راوی کو ثقہ شمار کرتے ہوئے اپنی کتاب "الثقات" میں ذکر کر دیتے ہیں، جبکہ مجہول کو ثقہ ماننا دوسرے محدّثین کے یہاں صحیح نہیں ہے اور حق بھی یہی ہے۔ ماہرینِ جرح و تعدیل میں سے یحییٰ بن معین سے جب عثمان بن سعید دارمی نے خالد بن الحویرث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

"لَا اَعْرِفُهٗ"[4] "میں اسے نہیں جانتا۔"

اور "الکامل للضعفاء" میں امام ابن عدی امام یحییٰ کے اس قول کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ جب یحییٰ بن معین جیسا ماہرِ فنِ رجال اسے نہیں پہچانتا تو پھر یہ راوی غیر مشہور و غیر معروف ہے۔ اور آگے لکھتے ہیں کہ میں بھی یہ کہتا ہوں:

---

1. نیز دیکھیں: "الاعتصام" مقالہ پیر محبّ اللہ راشدی۔
2. مجمع الزوائد (١/ ٢/ ١٤٢)
3. الثقات لابن حبان (٤/ ١٤٤)
4. التهذيب (٣/ ٨٤) الجرح و التعديل لابن أبي حاتم (٣/ ٣٢٤) عون المعبود (١٠/ ١٦٥)

"وَاَنَا لَا اَعْرِفُهٗ اَيْضاً"[1] "اور میں بھی اسے نہیں جانتا۔"

خالد کے مجہول ہونے کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خالد کا سماع بھی ثابت نہیں۔ ان کے تمام تذکرہ نگار صرف عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان کا روایت کرنا بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ "الثقات" میں امام ابن حبان نے لکھا ہے:

"سَمِعَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو"[2]

"انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا ہے۔"

امام بخاری نے "التاریخ الکبیر" میں لکھا ہے:

"يَرْوِى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو"[3]

"وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں۔"

علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ کتبِ حدیث میں، خالد بن الحویرث سے صرف ایک حدیث مروی ہے جو انھوں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے راویت کی ہے۔[4]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے خالد بن الحویرث سے مروی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ سنن ابی داود کی "كتاب الأطعمة، باب في أكل الأرنب" کی درج ذیل حدیث ہے:

"حدَّثنا يحيٰى بن خلف قال أخبرنا روح بن عبادة قال أخبرنا محمد بن خالد قال سمعت أبي خالد بن الحويرث يقول: إنَّ عبد اللّٰه بْنِ عَمْرٍو كَانَ بِالصَّفاح، قال محمد مَكَانٌ بِمَكَّةَ، وَاَنَّ رَجُلًا جَاءَ بِاَرْنَبٍ قَدْ صَادَهَا، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ

---

[1] الكامل لابن عدي (٣/ ٩١٠) وعون المعبود (١/ ٢٦٥)

[2] الثقات (٤/ ١٤٤)

[3] التاريخ الكبير امام بخارى (٤/ ١٩٨)

[4] ميزان الاعتدال للذهبي (١/ ٦٢٩)

بُنَ عَمْرٍو مَا تَقُوْلُ؟ قَالَ: جِيْءَ بِهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا جَالِسٌ فَلَمْ يَأْكُلْهَا وَلَمْ يَنْهَ عَنْ أَكْلِهَا، وَزَعَمَ أَنَّهَا تَحِيْضُ" [1]

"ہمیں یحییٰ بن خلف نے، انھیں روح بن عبادہ نے، انھیں محمد بن خالد نے بیان کیا، انھوں نے ابو خالد بن حویرث کو یہ کہتے سنا کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما الصفاح میں تھے ...... محمد کہتے ہیں کہ یہ مکہ مکرمہ میں ایک جگہ ہے ...... کہ ایک آدمی خرگوش شکار کر کے لایا اور کہا: اے عبد اللہ بن عمرو! اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور میں بھی وہیں بیٹھا تھا، آپ ﷺ نے نہ تو اسے کھایا اور نہ کھانے سے منع فرمایا۔ اور آپ ﷺ کا خیال تھا کہ اسے حیض آتا ہے۔"

یہ حدیث بھی خالد بن الحویرث کی وجہ سے ضعیف و ناقابلِ حجت ہے، اسی لیے خرگوش کا گوشت اس حدیث کے باوجود حلال وطاہر ہے، خصوصاً جبکہ صحیح بخاری ومسلم، سنن اربعہ اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا بھنے ہوئے خرگوش کو قبول کرنا ثابت ہے۔

غرض یہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف کی ممانعت کا ذکر آیا ہے، صحیح نہیں ہے، اگرچہ علامہ ہیثمی نے ابو الحویرث کو ثقہ اور باقی رواۃ کو صحیح کے رواۃ قرار دیا ہے۔ اور پھر کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لیے صرف اس کے رجال کا صحیح کے رجال ہونا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ سند کا منقطع کے بجائے متصل ہونا، ایسے ہی عدمِ شذوذ اور عدمِ علت بھی ضروری ہے۔ جبکہ اس حدیث میں اتّصال نہیں، بلکہ انقطاع پایا جاتا ہے اور ابو الحویرث ثقہ نہیں بلکہ ضعیف راوی ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ناقابلِ استدلال ہے۔

---

[1] أبو داود مع عون المعبود (١/ ٢٦٤۔ ٢٦٥)

امام شعبی، حسن بصری، ابو حنیفہ اور فقہائے احناف و مالکیہ، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ، ابن حزم اور شوکانی رحمہم اللہ کسی حد تک قعدۂ اُولیٰ میں صرف تشہد پڑھنے پر اکتفا کرنے اور درود شریف کے نہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ اور احناف تو پڑھنے والے کے لیے سجدۂ سہو کا حکم بھی دیتے ہیں، اگرچہ امام شوکانی رحمہ اللہ کا میلان جواز کی طرف بھی لگتا ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ان کا ایک اقتباس ذکر کیا جا چکا ہے۔ اکابر علمائے اہلِ حدیث میں سے نواب صدیق حسن خان، علامہ عبد الرحمٰن مبارک پوری، علامہ عبیداللہ رحمانی اور دیگر علماء بھی اسی موقف (قعدۂ اُولیٰ میں تشہد پر اکتفاء) کے قائل رہے ہیں۔ حافظ صلاح الدین صاحب یوسف نے بھی ''الاعتصام'' میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ تاہم بعد میں اس موضوع پر تحقیقی مضامین آجانے پر قائلینِ درود شریف والے موقف کو قوی تر قرار دے دیا ہے۔[1]

ان تفصیلات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ممانعت کا پتا دینے والی کل تین احادیث میں سے دو تو صحیح ہی نہیں کہ قابلِ استدلال ہوں اور ایک صحیح یا کم از کم حسن درجہ کی ہے لیکن اس سے مسئلے پر کئی وجوہات کی بنا پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ لہٰذا قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف کی ممانعت کی کوئی خاص وجہ نہ ہوئی اور نہ پہلے قعدہ میں درود شریف پڑھنے والے کے لیے سجدۂ سہو لازم ہوا، بلکہ معاملہ اس سے قدرے مختلف ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

قعدۂ اُولیٰ میں قائلینِ درود شریف کے دلائل:

امام شافعی رحمہ اللہ اور بعض دیگر ائمہ کرام قعدۂ اُولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنے

[1] دیکھیں: ترمذي مع تحفة الأحوذی (٢/ ٣٦٢) مصنف ابن أبي شيبة (١/ ٣٣٠) جلاء الأفهام (ص: ٥، ٦، ١٨١۔ ٢٠٣) المحلى لابن حزم۔ نيل الأوطار (٢/ ٤/ ٢٨٥۔ ٢٨٨) الروضة الندية نواب صديق حسن خان (١/ ١/ ٩٠) المرعاة شرح مشكوة. ہفت روزہ ''الاعتصام، لاہور (جلد: ۴۱، شمارہ: ۳۷، ۴۶۔ ۱۷ستمبر و ۱۷نومبر ۱۹۸۹ء)

کے قائل ہیں اور دَورِ حاضر کے نامور محدّث و محقق اور معروف عالم شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔ قائلینِ درود شریف نے بھی نہ صرف بعض احادیث بلکہ قرآن وسنت ہر دو سے استدلال کیا ہے۔

قائلین کی پہلی دلیل: قرآنِ کریم سے:

قعدۂ اُولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنے کے قائلین اپنے موقف کی تائید میں قرآنِ کریم سورہ الاحزاب کی (آیت: ٥٦) بھی پیش کرتے اور اس سے استدلال کرتے ہیں، جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر درود وسلام بھیجو۔''

اس آیتِ کریمہ کے الفاظ اگرچہ عام ہیں لیکن اس کا تعلق نماز کے ساتھ بھی ہے جیسا کہ صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، موطأ امام مالک، ابن حبان، ابن خزیمہ، سنن کبریٰ بیہقی، دار قطنی، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد میں مختلف الفاظ سے وار دہونے والی حدیث میں حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

« اَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ (اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِيْ صَلَاتِنَا) صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ، قَالَ: فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى اَحْبَبْنَا اَنَّ الرَّجُلَ لَمْ يَسْاَلْهُ، ثُمَّ قَالَ: « اِذَا اَنْتُمْ صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُوْلُوْا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ... الخ »[1]

''ایک آدمی آیا اور نبی ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور ہم بھی آپ ﷺ کے پاس ہی تھے۔ اس آدمی نے عرض کی: ہمیں آپ ﷺ پر سلام پڑھنے کا تو علم ہو گیا ہے لیکن نماز میں اگر آپ ﷺ پر درود پڑھنا ہو تو وہ ہم کیسے پڑھیں؟ اللہ آپ پر درود بھیجے۔ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ خاموش ہو گئے، حتیٰ کہ ہم یہ چاہنے لگے کہ کاش! اس شخص نے یہ سوال ہی نہ کیا ہوتا۔ اتنے میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مجھ پر درود پڑھنا چاہو تو یہ کہو: ''اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ... الخ۔''

اس حدیث میں جس سائل کا ذکر ہے وہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ بعض دوسری روایات میں آیا ہے۔ اور اس حدیث کے الفاظ سے واضح طور پر پتا چل رہا ہے کہ نماز میں تشہد کے دوران میں درود شریف پڑھنے کے طریقے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ اور سلام سے مراد بھی وہی تشہد والا سلام ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّھَا النَّبِیُّ'' ہی تھا جس کا انھیں علم ہو چکا تھا۔ اور یہ سوال بھی آپ ﷺ کے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آنے کے کافی عرصہ بعد ہوا تھا، جیسا کہ مسلم، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں وارد حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری حدیث سے پتا چلتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

« اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ فَقَالَ لَہٗ بشِیرُ بْنُ سَعْدٍ: اَمَرَنَا اللّٰہُ اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ،

---

[1] مسلم مع النووی (٣/ ٤/ ١٢٥) دار قطنی مع التعلیق المغنی (١/ ١/ ٣٥٥) و اللفظ له وحسّنه كما صححه الترمذی و الحاكم والبیهقي۔ جلاء الأفهام (ص: ٥) وردّ علی میں أعل الزیادة. الفتح الربانی (٤/ ١٩۔ ٢١) مسند أحمد، صفة الصلاة (ص: ٩٩) شرح الشفاء (٣/ ٧٦٨)

فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ: فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى تَمَنَّيْنَا اَنَّهٗ لَمْ يَسْاَلْهُ، ثُمَّ قَالَ: « قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ... الخ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ »[1]

''رسول اللہ ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تشریف لائے تو بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ پر کیسے درود پڑھیں؟ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے یہ تمنا کی کہ کاش اس نے سوال ہی نہ کیا ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہو: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ... الخ. اور سلام کا تو تمھیں پتا چل ہی چکا ہے۔''

اسی مفہوم کی ایک صحیح سند والی حدیث بخاری و مسلم، ترمذی، مسند احمد اور سنن کبریٰ بیہقی میں بھی ہے جس میں حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا السَّلَامَ عَلَيْكَ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ قَالَ: « قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ... الخ »[2]

''ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں آپ ﷺ پر سلام پڑھنے کا طریقہ تو معلوم ہو چکا ہے، ہم آپ ﷺ پر درود کیسے پڑھیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہو: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ... الخ''۔''

حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی اسی سے ملتی جلتی ایک اور حدیث

---

[1] الفتح الرباني (٤/ ٢١_٢٢) المنتقى مع النيل (٢/ ٤/ ٤٨٤، ٤٨٥) مسلم (٢/ ٢/ ١٢٤_ ١٢٥)

[2] الفتح الرباني (٤/ ٢٣)

صحیحین، سنن اربعہ اور مسند احمد میں بھی موجود ہے۔[1]

پیر محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی صراحت:

"التَّحقیق المُستحلیٰ" نامی مقالے میں پیر محبّ اللہ شاہ صاحب راشدی رحمہ اللہ کے بقول ان احادیث سے یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ تشہد کا حکم کافی عرصہ پہلے ہو چکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی پر اکتفاء فرمایا کرتے تھے اور وہی صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی معلوم تھا۔ لیکن جب (۵ھ کے قریب)[2] سورۃ الاحزاب کی یہ آیت نازل ہوگئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے استفسار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ یا درود شریف بھی بتا دیا۔ یہ سوال بھی نماز میں ہی پڑھنے کے متعلق تھا اور ویسے بھی مطلق نماز میں پڑھنے کا حکم تھا۔ اس میں پہلے دوسرے قعدہ کی کوئی تعیین نہیں ہے۔[3]

اگر صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو کہا جاسکتا تھا کہ اگر درود شریف کو تشہد ثانی میں پڑھنے پر محمول کرلیا جائے تو بھی اس آیت پر عمل ہوجاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ کہ اس مسئلہ کا پتا دینے والی صرف یہی حدیث نہیں بلکہ بعض احادیث میں مزید صراحت بھی آئی ہے جن کی رو سے قعدۂ اُولیٰ وثانیہ ہردو میں درود شریف پڑھنے کا پتا چلتا ہے جن کا تذکرہ بھی ہم کچھ آگے چل کر کریں گے۔ إن شاء اللّٰه.

حضرت العلام مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ:

شارح نسائی حضرت العلام مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے غالبًا "فتح الباري" سے نقل کرتے ہوئے نسائی کی تعلیقات و شرح میں لکھا ہے کہ امام ابن خزیمہ و بیہقی نے اس حدیث کی بعض روایات کے اضافی کلمات "فَكَيْفَ

---

[1] الفتح الرباني (٤/ ٢٣) المنتقى مع النيل (٢/ ٤/ ٢٨٨)

[2] رسائل ومسائل (٥/ ٢٠٨)

[3] بحوالہ ہفت روزہ "الاعتصام"، لاہور ایضاً.

نُصَلِّیْ عَلَیْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا عَلَیْكَ فِی صَلَاتِنَا" سے قعدہ میں تشہد کے بعد اور سلام پھیرنے سے قبل درود شریف پڑھنے کے وجوب پر استدلال کیا ہے لیکن یہ الفاظ اس کے تشہد میں ہونے پر دلالت نہیں کرتے۔ جبکہ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ جب سورۃ الاحزاب کی یہ آیت نازل ہوئی تو اس کے نزول سے پہلے ہی نبی ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد میں سلام کا طریقہ بتا رکھا تھا اور تشہد نماز میں داخل ہے۔ اور اب اس آیت کے نزول کے بعد جب انھوں نے درود شریف پڑھنے کا طریقہ پوچھا تو آپ ﷺ نے بتا دیا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ قعدہ میں پہلے سے تعلیم شدہ تشہد و سلام سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف پڑھنا مراد ہے۔

"وأمّا احتمال أن يكون خارج الصَّلاة فهو بعيد"[1]

''اور یہ جو احتمال ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز سے باہر درود شریف پڑھنے کا طریقہ پوچھا ہوگا، یہ بعید ہے۔''

قعدۂ اُولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنے کے قائلین کا کہنا ہے کہ سورۃ الاحزاب کی آیت میں ﴿صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھیں۔ اگر ہم قعدۂ اُولیٰ میں صرف تشہد پڑھیں اور درود شریف نہ پڑھیں تو اس آیت کے آدھے حصے ﴿وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ پر تو عمل ہو گیا، کیوں کہ تشہد میں «اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ» آجاتا ہے لیکن اس آیت کے ایک حصہ ﴿صَلُّوْا عَلَیْهِ﴾ پر عمل نہیں ہوگا۔ اور پوری آیت پر عمل تبھی ہوگا جب تشہد کے ساتھ ہی درود شریف بھی پڑھیں گے۔

قائلین کی دوسری دلیل: حدیثِ شریف سے:

پہلے قعدہ میں بھی درود شریف پڑھنے کے دلائل اس قرآنی آیت اور ان تفسیری

[1] التعليقات السلفية (١/ ١٥١، حاشيه: ٥) وهو في فتح الباري (١١/ ٢٩٣) من أقوال القاضي عياض.

احادیث کے علاوہ بعض دیگر احادیث میں بھی ہیں۔ مثلاً سنن نسائی، صحیح ابی عوانہ اور سنن کبریٰ بیہقی میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے قیام اللیل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

« كُنَّا نُعِدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِوَاكَهٗ وَ طَهُوْرَهٗ، فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَا شَاءَ أَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يُصَلِّيْ تِسْعَ رَكْعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهِنَّ اِلَّا عِنْدَ الثَّامِنَةِ، فَيَدْعُوْ رَبَّهٗ وَ يُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهٖ، ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ، ثُمَّ يُصَلِّي التَّاسِعَةَ فَيَقْعُدُ، ثُمَّ يَحْمَدُ رَبَّهٗ وَيُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَ يَدْعُوْ، ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمَةً يُسْمِعُنَا... الخ» [1]

''ہم نبی ﷺ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار کیا کرتی تھیں، پھر رات کو جب اللہ چاہتا، اور آپ ﷺ بیدار ہوتے تو مسواک کر کے وضو فرماتے، پھر نو رکعتیں پڑھتے جن میں صرف آٹھویں رکعت کے بعد قعدہ کرتے جس میں اپنے رب سے دعا کرتے اور اس کے نبی ﷺ پر درود پڑھتے، پھر سلام پھیرے بغیر اٹھ جاتے اور نویں رکعت پڑھ کر قعدہ کرتے، پھر اپنے رب کی حمد و ثناء کرتے، اس کے نبی ﷺ پر درود پڑھتے اور دعا کرتے، پھر سلام پھیرتے جس کی آواز ہمیں بھی سناتے تھے...۔''

اس حدیث سے بھی مسئلہ واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ نے قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف پڑھا ہے۔

---

[1] البيهقي (٢/ ٤٩٩ـ ٥٠٠) و قال رواه مسلم في الصحيح عن أبي بكر بن أبي شيبه، سنن النسائى مع التعليقات (١/ ٢٠٢) وانظر ہفت روزہ ''الاعتصام''، لاہور (جلد: ۴۱ شمارہ: ۴۶) فتح الرباني (٤/ ٢٩٨) وعزاه إلى الجماعة و البيهقي وغيرهم.

حضرت العلام روپڑی کا نظریہ:

حضرت العلام حافظ عبداللہ محدّث روپڑی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس دلیل سے شرح صدر نہیں ہوتا، کیوں کہ نمازِ وتر کی بعض خصوصیات ایسی ہیں جو دوسری نمازوں میں نہیں۔ شاید یہ بھی نمازِ وتر کی خصوصیت ہو۔ نیز مسند ابی یعلیٰ کے حوالے پر اکتفا ٹھیک نہیں۔ یہ روایت ابن حبان اور مسلم شریف میں بھی ہے لیکن مسلم میں درود شریف کا ذکر نہیں، صرف دعا کا ذکر ہے۔[1]

تبصرہ:

موصوف کے علم کے بحرِ زخّار ہونے میں کوئی شک نہیں، لیکن ان کے بعد کتبِ حدیث کی اشاعت اور احادیث کی تحقیقات کا جو حیرت انگیز حدتک کام ہوا ہے اس کی روشنی میں شرحِ صدر بآسانی ہوجاتا ہے، جبکہ اپنے زمانے کی حدتک وہ اپنی بات کہہ گئے ہیں۔

والعذر عند كرام الناس مقبول.

غرض قعدۂ اُولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنا چاہیے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو پھر پڑھنے والے کے لیے سجدۂ سہو کا ضروری قرار دینا چہ معنی دارد؟ انھی احادیث کے پیشِ نظر امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے، جیسا کہ انھوں نے کتاب "الأم" (۱/ ۱۲۱) میں صراحت کی ہے۔ ان کے اصحاب یعنی شافعی فقہاء کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے "المجموع شرح المُهذّب" (۳/ ٤٦٠) میں لکھا ہے اور انھوں نے اسی مسلک کو "روضة الطالبین" (۱/ ۲٦۳) میں "اظہر" قرار دیا ہے۔

---

[1] "تنظیم اہلحدیث" (جلد: ۱٦، شمارہ: ۳۸) بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ، خانیوال (۲/۳/ ۱۷٦)

حنابلہ میں سے الوزیر بن ہبیرہ نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے، جیسا کہ ان کی کتاب ''الافصاح'' سے علامہ ابن رجب نے ''ذیل الطبقات'' (۱/ ۲۸۰) میں نقل کیا ہے اور خود علامہ ابن رجب نے بھی اسی پر صاد کیا ہے۔ قعدہ میں درود شریف کی احادیث بکثرت ہیں اور ان میں دوسرے قعدہ کی بھی کوئی قید نہیں، بلکہ وہ عام ہیں جو دونوں قعدوں کو ہی شامل ہیں۔ جبکہ مانعین کے دلائل میں سے کوئی دلیل قوی تر نہیں (اور جو ایک صحیح بلکہ صرف حسن درجہ کی حدیث ہے وہ اس مسئلے میں صریح نہیں اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، جیسا کہ تفصیل ذکر کی جا چکی ہے)۔

شافعیہ میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ قعدۂ اُولیٰ میں بھی درود شریف تو پڑھیں لیکن صرف یہ چار ہی کلمات ((... اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ ...)) پڑھیں۔ ان سے زیادہ آگے والے کلمات پڑھنا مکروہ ہے، جبکہ اس کراہت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔[1]

زیادہ سے زیادہ اتنا ہے کہ تشہد کے بعد ''آل'' پر بھی درود امام احمد بن حنبل اور بعض شافعی فقہاء کے نزدیک واجب ہے جبکہ ایک قول کی رو سے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ سنت ہے اور یہ تفصیل بھی نماز کے دوسرے قعدہ میں درود شریف سے تعلق رکھتی ہے۔[2]

درود شریف کا حکم ہم ''قعدہ ثانیہ میں درود شریف'' میں بالتفصیل بیان کریں گے۔ اِن شاء اللّٰہ!

خلاصۂ کلام:

اب تک ہم نے قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف پڑھنے اور نہ پڑھنے والوں

---

[1] الفتح الرباني (٤/ ١٩) صفه صلاة النبی ﷺ (ص: ٩٨)

[2] نيل الأوطار (٢/ ٣/ ١٤٢)

(جانبین) کے دلائل ذکر کیے ہیں، جبکہ مانعین کی نسبت قائلین کے دلائل کو بعض کبار اہلِ علم کی طرف سے قوی قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا قعدۂ اُولیٰ میں بھی درود شریف پڑھ لینا چاہیے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ اگر کوئی قعدۂ اُولیٰ میں درود شریف نہیں پڑھتا تو اس کی نماز ہی نہیں ہوگی، بلکہ یہ بات اور پڑھنے والے پر سجدۂ سہو ضروری قرار دینا، یہ دونوں امر ہی ''افراط و تفریط'' ہیں جن میں سے پہلا ظاہر یہ کا اختیار ہے۔[1] اور دوسرا حنفیہ کا۔

افراط و تفریط کی ان دونوں انتہاؤں کے درمیان والا راستہ وہ ہے جو امام شافعی اور ان کے موافقین کا اختیار ہے کہ پہلے قعدہ میں درود شریف جائز و مشروع ہے اور دوسرے میں واجب ہے۔ ماضی قریب کے بعض کبار علماء میں سے مشرقی پنجاب میں مدرسہ غزنویہ امرتسر کے شیخ الحدیث اور ایک نہایت برگزیدہ علمی شخصیت مولانا نیک محمد رحمہ اللہ گزرے ہیں۔ ان کی ایک نادر علمی تحریر ہفت روزہ الاعتصام لاہور (جلد ۴۱، شمارہ ۵۱، بابت ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ بمطابق ۲۵/ دسمبر ۱۹۸۹ء) میں شائع کی تھی جس میں انھوں نے درود شریف پڑھنے یا نہ پڑھنے کے سلسلے میں کل چار موقف ذکر کیے ہیں:

١. درود شریف قعدۂ اُولیٰ وقعدہ ثانیہ ہر دو میں واجب ہے۔
٢. ہر دو قعدوں میں جائز ہے۔
٣. قعدۂ اُولیٰ میں جائز اور قعدہ ثانیہ میں واجب ہے۔
٤. قعدۂ اُولیٰ میں ناجائز ہے۔

پھر لکھا ہے کہ تیسری صورت ''ارجح'' معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ صریح و صحیح حدیث ممانعت کی نہیں ہے اور نماز میں مطلق درود شریف کا حکم اِثبات کی دلیل ہے۔

---

[1] المحلی لابن حزم (۳/ ۲۷۱)

آگے تشہدِ اوّل و آخر میں اس فرق کی وجہ بھی قدرے تفصیل سے بیان کی ہے۔[1]

دورِ حاضر کے عرب علماء میں سے شیخ البانی رحمہ اللہ،[2] علامہ ابن باز رحمہ اللہ (مفتی اعظم سعودی عرب)[3] اور دیگر مشائخ، اسی طرح پاکستان کے علماء میں سے پیر محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ (الاعتصام)، حافظ عبد الستار حماد اور استاذی شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی (الاعتصام ج ۴۵، شمارہ) نے قعدۂ اُولیٰ میں بھی درود شریف پڑھنے کا موقف اختیار کیا ہے۔

یہ تو ان چند حضرات کے اسمائے گرامی ہیں جن کی تحریریں یا خیالات تحریری شکل میں موجود اور ہمارے سامنے ہیں، جبکہ بعض دیگر محققین علمائے کرام نے بھی یہ موقف اختیار کیا ہے، لیکن ان کی تحریریں ہمارے سامنے نہیں ہیں، جیسے سعودی عرب، شارجہ اور پوری امارات و خلیج عربی اور دیگر ممالک میں ہمارے کتنے ہی افاضل علماء ہیں جن سب کے نام ذکر کرنا باعثِ طوالت ہوگا اور یہی معاملہ ہندوستان کے کبار علماء کا بھی ہے۔ بہر حال دلائل کی قوت قائلینِ جواز کے حق میں جاتی ہے۔

دوسرا مقام:

قعدۂ ثانیہ میں درود شریف اور اس کا وجوب یا سُنّیت

دوسرے قعدہ میں تشہد سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف پڑھنا چاہیے جس کے متعدد صیغے صحیح اسناد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، جن میں سے آٹھ (۸) صیغے ہم سابقہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں۔ وہیں یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ ان میں

---

[1] ہفت روزہ ''الاعتصام'' حوالہ مذکورہ درمتن۔

[2] صفة الصلاة للألباني (ص: ٩٨)

[3] كيفية صلاة النبي صلى الله عليه وسلم لابن باز.

سے کسی بھی صیغے کو پڑھ لیں تو صحیح ہے، البتہ مختلف ائمہ و علماء کے نزدیک افضل صیغہ بھی الگ الگ ہے، جیسا کہ تفصیلی ذکر گزرا ہے۔ قعدۂ ثانیہ میں درود شریف پڑھنے میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں، سبھی اس کے قائل ہیں، بس صرف اس کے حکم میں اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت؟

قائلینِ وجوب:

قعدۂ ثانیہ میں درود شریف کو واجب قرار دینے والوں میں حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابومسعود، حضرت جابر بن زید، حضرت ابن مسعود، حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم، امام شافعی، اسحاق بن راہویہ، محمد بن کعب القرظی و قاسم، ابن المواز و مقاتل بن حیان اور آخری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل اور دیگر فقہائے محدّثین رحمہم اللہ شامل ہیں۔[1]

اس سے اس کے عدمِ وجوب پر اجماع کے دعویٰ کی بھی قلعی کھل جاتی ہے جس کا مخالف امام شافعی رحمہ اللہ کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

دلائلِ وجوب:

ان کا استدلال بعض قرآنی آیات اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جن سے درود شریف کے واجب ہونے کا پتا چلتا ہے۔

پہلی دلیل: قرآنِ کریم سے:

قرآنِ کریم، سورۃ الاحزاب (آیت: ۵۶) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

[1] فتح الباري (١١/ ١٥٢ـ ١٥٣، ١٦٤) شرح النووي (٢/ ٢/ ١٢٣) نيل الأوطار (٢/ ٣/ ١٣٨ـ ١٣٩) جلاء الأفهام (ص: ٢٠٠، ٢٠١) تفسير ابن كثير (٣/ ٥٠٨) المغنى (١/ ٤٧٣) صفة الصلاة (ص: ١٠٩)

عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيمًا﴾

’’بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود پڑھتے ہیں، لہٰذا اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر درود وسلام پڑھو۔‘‘

اس آیت میں درود شریف پڑھنے کا حکم اگرچہ عمومی ہے لیکن اس کا تعلق نماز سے بھی ہے۔[1]

دوسری دلیل: حدیثِ شریف سے:

صحیح مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی، مؤطا امام مالک، صحیح ابن حبان، ابن خزیمہ، سنن کبریٰ بیہقی، دارقطنی، مصنف ابن ابی شیبہ، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں ابومسعود حضرت عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

’’ایک آدمی آیا اور وہ نبیِ اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور ہم بھی آپ ﷺ کے پاس ہی تھے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ پر سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو گیا (جو تشہد میں ہے)۔‘‘

’’فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ (اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ فِيْ صَلَاتِنَا) صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ؟‘‘

’’لیکن جب ہم نماز میں آپ ﷺ پر درود پڑھیں تو کیسے پڑھیں؟ اللہ کی آپ ﷺ پر رحمت ہو۔‘‘

حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے چاہا کہ کاش! یہ آدمی آپ ﷺ سے یہ سوال ہی نہ کرتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِذَا اَنْتُمْ صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ...»[2]

---

[1] جلاء الأفهام (ص: ١٩٣۔ ١٩٤) تفسير ابن كثير (٣/ ٥٠٨)

[2] تخریج قعدۂ اولیٰ میں درود شریف کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

"تم جب مجھ پر درود پڑھو تو یوں کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ."

اس حدیث میں وارده الفاظ "اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا فِيْ صَلَاتِنَا" کو معلول قرار دینے کی کوشش کا علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے "جلاء الأفهام" میں بہترین رد کیا ہے۔[1]

اس حدیث میں جس سائل کا ذکر ہے وہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ تھے، جیسا کہ اس حدیث کی بعض دوسری روایات میں آیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ سے واضح طور پر پتا چل رہا ہے کہ نماز میں تشہد کے دوران میں درود شریف پڑھنے کے طریقے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا جیسا کہ "اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا فِیْ صَلَاتِنَا" سے ظاہر ہے اور اس حدیث میں سلام سے مراد بھی وہی تشہد والا سلام ہے جو "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ" میں ہے، جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو علم ہو چکا تھا۔

تیسری دلیل:

صحابی کا یہ سوال بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے آنے کے کافی عرصہ بعد ہوا تھا، جیسا کہ مسلم، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں وارد حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری حدیث سے پتا چلتا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

" اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ؟"

---

[1] دیکھیں: جلاء الأفهام (ص: ٥، ٦ و ١٩٤، ١٩٥) صححه النووی في شرح مسلم (٢/ ٤/ ١٢٤) صححه الترمذی وابن خزیمه و الحاکم وحسنه الدار قطنی وابن حجر کما في الفتح (١١/ ١٦٣)

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ نے ہمیں آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، ہم آپ ﷺ پر کیسے درود پڑھیں؟''

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے خاموشی اختیار فرما لی حتیٰ کہ ہم نے یہ چاہا کہ کاش! یہ صحابی سوال ہی نہ کرتے۔ پھر جا کر نبی ﷺ نے فرمایا:

« قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ... الخ وَ السَّلَامُ کَمَا عَلِمْتُمْ »

''تم یہ کہا کرو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ... الخ اور سلام کا طریقہ تو تم جان ہی چکے ہو۔''

چوتھی دلیل:

اسی مفہوم کی ایک صحیح سند والی حدیث صحیح بخاری و مسلم، ترمذی، سنن کبریٰ بیہقی اور مسند احمد میں حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آ کر نبی ﷺ سے استفسار کیا کہ ہمیں آپ ﷺ پر سلام کا طریقہ تو آ گیا ہے، ہم آپ ﷺ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں یا پڑھیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ... الخ »

''یہ کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ... الخ''

پانچویں دلیل:

حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ ہی سے اسی سے ملتی جلتی ایک اور حدیث صحیحین و سنن اربعہ اور مسند احمد میں بھی ہے۔[1]

ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ تشہد کا حکم کافی عرصہ پہلے

[1] حوالہ جات گزر چکے ہیں۔

آچکا تھا اور نبی ﷺ صرف اسی پر اکتفا فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کو بھی وہی معلوم تھا۔ پھر جب ۵ھ کے قریب (بحوالہ ''رسائل و مسائل'': ۵/ ۲۰۸) سورۃ الاحزاب کی یہ آیت: ﴿صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ نازل ہوگئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے صلوٰۃ یا درود شریف بھی بتا دیا۔ یہ سوال بھی نماز میں ہی پڑھنے کے متعلق تھا اور وہ بھی نماز میں پڑھنے کے متعلق حکم تھا اور اس میں پہلے یا دوسرے قعدہ کی کوئی تعیین بھی نہیں ہے۔[1]

پہلے قعدہ میں درود شریف پڑھنا اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن دوسرے میں پڑھنے کے بارے میں تو کوئی اختلاف بھی نہیں ہے اور جب سوال نماز سے متعلق تھا تو جواب بھی ویسا ہی تھا۔ اور جب اللہ نے ''صَلُّوْا'' فرما کر اور نبی ﷺ نے بھی ''قُوْلُوْا'' امر کے صیغے سے حکم فرمایا تو یہ امر کسی قرینۂ صارفہ کی عدم موجودگی میں وجوب کے لیے ہوتا ہے اور یہاں کسی قرینۂ صارفہ کا عدم ہی راجح ہے، لہٰذا اس آیت اور ان احادیث کی رو سے قعدۂ ثانیہ میں درود شریف کا پڑھنا واجب ہوا۔ امام ابن خزیمہ و بیہقی نے حدیثِ اوّل کے اضافی الفاظ ''اِذَا نَحْنُ...'' سے درود شریف کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔[1]

چھٹی دلیل:

سنن ابی داود، ترمذی، نسائی، صحیح ابن خزیمہ، ابن حبان، بیہقی، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا جس نے دعا کرتے وقت نہ تو اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور نہ ہی نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجا تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] التحقیق المستحلیٰ از پیر راشدی بحوالہ ہفت ''الاعتصام'' لاہور (جلد ۴۱ شمارہ ۳۷۰ و ۴۶)
[2] فتح الباري (۱۱/ ۱۶۳)

«عَجِلَ هٰذَا» ”اس شخص نے جلد بازی سے کام لیا۔“

پھر اسے بلایا اور اسے اور تمام افرادِ امت کے لیے فرمایا:

«اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيْدِ اللّٰهِ (عَزَّوَجَلَّ) وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ (وَفِيْ رِوَايَةٍ: لِيُصَلِّ) عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَدْعُوْ (لِيَدْعُ) بَعْدُ بِمَا شَاءَ»[1]

”تم میں سے جب کوئی دعا کرے تو اللہ کی حمد و ثنا سے شروع کرے، پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے، پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔“

اس حدیث پر وارد چھے اعتراضات کے مبسوط ردّ کے لیے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی ”جلاء الأفهام“ (ص: ۱۹۷۔ ۱۹۹) ملاحظہ فرمالیں۔

ساتویں دلیل:

اسی طرح سنن نسائی، مسند احمد، ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ و فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ صحیح سند سے مروی حدیث ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا اور سنا کہ اس نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور نبی ﷺ پر درود وسلام بھی بھیجا تو نبی ﷺ نے اس سے فرمایا:

«اُدْعُ تُجَبْ وَسَلْ تُعْطَهْ»[2]

”دعا مانگو قبول ہوگی، سوال کرو پورا کیا جائے گا۔“

---

[1] صحیح أبو داود (۱/ ۲۷۸) و رواه ابن حبان و ابن خزيمه في صحيحهما وصححه الحاكم ووافقه الذهبي و النووي و الألباني، مشكاة (۱/ ۲۹۳) وصححه الألباني. المنتقى مع النيل (۲/ ۳/ ۱٤٤) جلاء الأفهام (ص: ۲۳) مسند أحمد (٦/ ۱۸) الشفاء للقاضي عياض (۳/ ۷٤٤) صحيح الجامع (۱/ ۱/ ۲۳۷) صفة الصلاة (ص: ۱۰۸، ۱۰۹) شرح مسلم نووي (۲/ ٤/ ۱٤٤) فتح الباري (۱۱/ ۱٦٥)

[2] سنن الترمذي، صحيح نسائي (۱/ ۲۷٥) وصححه الألباني في صفة الصلاة (ص: ۱۰۹) مسند أحمد (۱/ ۲٥، ۲٦، ۳۸) ولفظ الترمذي: «سل تعطه سل تعطه»

علامہ البانی رحمہ اللہ کا اختیار:

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ان آخر الذکر دونوں حدیثوں کو نقل کر کے درود شریف کے وجوب پر استدلال کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام شافعی اور آخری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا یہی مسلک تھا اور ان سے پہلے صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے بھی یہی قول مروی ہے۔[1]

آٹھویں دلیل:

اسی طرح سنن ترمذی، نسائی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، مسند احمد، معجم طبرانی کبیر اور عمل الیوم و اللّیلۃ لابن السنی میں حضرت علی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ»[2]

''بخیل ہے وہ شخص کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔''

قائلینِ وجوب کا کہنا ہے کہ تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ جمیل آتا ہے، لہٰذا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھنے والے کو بخیل قرار دیا گیا ہے، جو اس کے وجوب کا پتا دیتا ہے۔

نویں دلیل:

مسند بزّار میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے، ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] صفة الصلاة (ص: ١٠٩)

[2] النیل (٢/ ٣/ ١٤٠) جلاء الأفهام لابن قیم (ص: ١١) الترغیب و الترهیب (٢/ ٥٠٩۔ ٥١٠) ترمذی، نسائی، مستدرك حاكم (١/ ٥٤٩) تفسیر ابن کثیر (٣/ ٥١٢) مسند أحمد (١/ ٢٠١) مشكاة (١/ ٢٩٤۔ ٢٩٥)

سے، معجم طبرانی کبیر و مستدرک حاکم میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے، طبرانی میں ہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، ''ابن حبان'' اور ''فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ لإسماعیل القاضي'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، صحیح ابن حبان، ثقات ابن حبان اور معجم طبرانی کبیر میں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے، مسند بزار، معجم طبرانی کبیر اور الصلاۃ لابن ابی عاصم میں عبد اللہ بن حارث الزبیری سے، معجم طبرانی، مسند ابن مندہ اور الفوائد للمخلص میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طیالسی و نسائی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے جس میں نبی ﷺ کے منبر کی تینوں سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے آمین کہنے کا ذکر ہے، سوائے ترمذی ونسائی والی روایات کے کہ ان میں منبر اور آمین کا ذکر نہیں ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر آپ ﷺ نے بتایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انھوں نے میرے ایک سیڑھی پر پاؤں رکھتے ہوئے کہا کہ جس کی زندگی میں ماہِ رمضان المبارک آئے اور وہ اس میں روزے اور قیام و تلاوت سے اپنے اللہ کو راضی نہ کرلے وہ بدبخت ہے، یا وہ رحمت سے دور ہے، یا اس کی ناک خاک آلود ہو، تو میں نے کہا تھا: آمین۔ دوسری سیڑھی پر جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ جو اپنے ماں باپ کو زندہ پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرلے، اس کے لیے بھی بد دعا ہے، تو میں نے کہا تھا: آمین۔ اور تیسری سیڑھی پر کہا:

«بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ: آمِيْن»[1]

''رحمتِ الٰہی سے دُور ہو گیا جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر ہو اور وہ

[1] الترغيب والترهيب (٢/ ٥٠٦۔ ٥٠٨) النيل (٢/ ٣/ ١٤١) وجلاء الأفهام (ص: ٧، ١٦، ١٧، ٢٣، ٤٩، ٥٠) تفسير ابن كثير (٣/ ٥١١) مشكوة مع تحقيق الألباني (١/ ٢٩٢) وصححه لشواهد التى ذكرها المنذرى في الترغيب.

آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے، تو میں نے آمین کہی تھی۔‘‘

اس حدیث سے بھی وجوبِ درود شریف پر استدلال کیا جاتا ہے۔ منبر کی سیڑھیوں پر نبی ﷺ کے تین مرتبہ آمین کہنے والی اس حدیث کی مسند بزار والی سند میں ایک راوی اسماعیل بن ابان غنوی ہے، اسے یحییٰ بن معین اور دیگر کبار محدّثینِ کرام نے کذّاب یعنی انتہائی جھوٹا قرار دیا ہے، لہٰذا وہ سند تو صحیح نہ ہوئی، البتہ مستدرک حاکم و معجم طبرانی والی حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کی سند کے تمام راویوں کو علامہ حافظ عراقی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ نیز اسے امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور علامہ ابن قیم نے اسے برقرار رکھا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم والی احادیث پر بھی علامہ ابن قیم نے کوئی کلام نہیں کیا جو اس کے قوی ہونے کا ثبوت ہے۔[1]

دسویں دلیل:

قائلینِ وجوب کی دسویں دلیل شعب الایمان بیہقی اور مسند الفردوس دیلمی میں موقوفاً، المنتہیٰ لابن مخلد اور الترغیب للاصبہانی میں موصولاً اور معجم طبرانی اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی وہ حدیث ہے جس میں یہ الفاظ آئے ہیں:

«كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوْبٌ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ»[2]

’’ہر دعا اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک کہ نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔‘‘

امام شوکانی رحمہ اللہ کا نظریہ:

امام شوکانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا احادیث کے مختلف جوابات پیش کیے ہیں اور

---

[1] النيل أيضاً، جلاء الأفهام (ص: ٧، ١٦، ٢٣، ٤٩، ٥٠)

[2] الصحيحة (٥/ ٥٤) وحسنه موصولا لطرقه وشواهده. صحيح الجامع، رقم الحديث (٤٣٩٩) الترغيب (٢/ ٥٠٥)

مزید برآں قائلینِ وجوب کے دلائل کے طور پر مندرجہ ذیل تین احادیث بھی ذکر کی ہیں:

1. سنن دار قطنی و بیہقی میں وارد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی حدیث:

«لَا صَلَاةَ اِلَّا بِطُهُوْرٍ وَبِالصَّلَاةِ عَلَيَّ» [1]

''وضو کیے اور مجھ پر درود پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔''

2. سنن ابن ماجہ، معجم طبرانی کبیر، دار قطنی، بیہقی اور مستدرک حاکم میں وارد حضرت سہل بن سعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ» [2]

''جو نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔''

3. سنن دار قطنی میں وارد حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث:

«مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يُصَلِّ فِيْهَا عَلَيَّ وَ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِيْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ» [3]

''جو کوئی نماز پڑھے اور اس میں مجھ پر اور میرے اہلِ بیت پر درود نہ پڑھے تو اس کی ایسی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ نے یہ احادیث ذکر کر کے ان تینوں کی اسناد پر کلام کرنے کے علاوہ لکھا ہے کہ میرے نزدیک نماز میں سلام سے پہلے درود شریف کو واجب قرار دینے والی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ جبکہ آگے پھر خود انھوں نے ایسی روایات یا بعض احادیث کے ایسے الفاظ: ''فَاِذَا قُلْتَ ... التَّشَهُّد'' سے عدمِ وجوب پر استدلال کیا ہے جو خود بھی متکلم فیہ ہیں۔ [4]

---

[1] دار قطنی (۱/ ۱/ ۳۵۵) نیز دیکھیں: جلاء الأفهام (ص: ۲۰۰) وقد تکلم علیه.

[2] نیز دیکھیں: جلاء الأفهام (ص: ۱۹) وقد تکلم علیه.

[3] نیز دیکھیں: دار قطنی (۱/ ۱/ ۳۵۵)

[4] دیکھیں: النیل (۲/ ۳/ ۱۳۸۔ ۱۴۲)

ان پر محدّثینِ کرام کے کلام کی تفصیلات ہم صفحاتِ گذشتہ میں ذکر کر چکے ہیں، لہٰذا انھیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان تین احادیث سے پہلی دو احادیث کے بعد ایک تیسری حدیث نقل کی ہے جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے سنن دار قطنی میں مروی ہے جس میں ان سے مخاطب ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

« يَا بُرَيْدَةُ! إِذَا صَلَّيْتَ فِيْ صَلَاتِكَ فَلَا تَتْرُكَنَّ التَّشَهُّدَ وَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَإِنَّهَا زَكَاةُ الصَّلَاةِ... الخ »[2]

''اے بریدہ! جب تم نماز پڑھو تو تشہد اور مجھ پر درود ہرگز نہ چھوڑو، یہ تو نماز کی زکات ہے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان تینوں حدیثوں کو ذکر کرنے سے پہلے انھیں ایک دلیل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"الدّليل الرّابع: ثلاثةُ أحاديث كل منها لا تقوم الحُجَّة به عند انفراده، وقد يقوي بعضُها بعضاً عند الاجتماع"[3]

''چوتھی دلیل: تین احادیث جو انفرادی طور پر تو حجت نہیں بن سکتیں، لیکن ان کا مجموعہ ایک دوسری سے مل کر قوت اختیار کر جاتا ہے (یعنی قابلِ حجت ہو جاتا ہے)۔''

غرض انھوں نے اس طرح کے اور بعض دیگر صحیح الاسناد احادیث پر مشتمل چھے

---

1. نیز دیکھیں: جلاء الأفهام (ص: ۱۸۷۔ ۱۹۳)
2. دار قطنی (۱/ ۱/ ۳۵۵)
3. جلاء الأفهام (ص: ۱۹۹۔ ۲۰۰)

دلائل ذکر کیے ہیں جن سے ان کے نزدیک ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں درود شریف واجب ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی ذکر کر کے لکھا ہے کہ ان سے بھی درود شریف کا وجوب ثابت ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کسی ایک سے بھی ان کا خلاف ثابت نہیں ہے۔ اور جب کسی صحابی کے قول کے خلاف کسی دوسرے صحابی کا کوئی قول ثابت نہ ہو تو اس صحابی کا قول حجت ہوتا ہے، خصوصاً اہلِ مدینہ و اہلِ عراق فقہاء کے اصول کی رو سے تو یہ حجت ہے۔

نیز علامہ موصوف نے اس بات کو بھی ایک دلیل قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک لوگوں کا اس پر عمل چلا آرہا ہے کہ وہ نماز میں درود شریف پڑھتے ہیں۔ اگر یہ واجب نہ ہوتا تو مختلف ادوار و امصار میں اس پر اتفاق نہ ہوتا۔ امام مقاتل بن حیان رحمہ اللہ نے ﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اقامت سے مراد نماز کی محافظت کرنا، اس کے اوقات اور رکوع و سجود، اسی طرح قعدہ میں تشہد و درود شریف پڑھنے کی پابندی کرنا ہے۔ اور یہ مقاتل وہ مفسر ہیں جن کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے:

"الناس في التفسير عيال على مقاتل"

"تفسیر کے معاملے میں لوگ امام مقاتل کے دست نگر ہیں۔"

تو گویا نماز میں درود شریف پڑھنا اس کی مامور بہا اقامت کا حصہ ہے، لہٰذا یہ واجب ہے۔[1]

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ:

مزید برآں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے "جلاء الأفهام" میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

[1] جلاء الأفهام (ص: ٢٠٠)

نے "فتح الباري" (١١/ ١٦٤) میں بعض دیگر احادیث بھی ذکر کی ہیں جن میں سے ایک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول!

« كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ يَعْنِيْ فِي الصَّلَاةِ۔ قَالَ: « تَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ ...... الخ » [1]

"ہم نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کیسے پڑھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ .. الخ".

مسند شافعی میں ایک حدیث حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کی ہے:

« إِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَقُوْلُ فِي الصَّلَاةِ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ... الخ » [2]

"خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز میں یہ کہا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ..."

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد میں درود شریف سکھلایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ بھی سکھلایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کس طرح پڑھا کریں، پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ نماز میں تشہد تو واجب ہے لیکن تشہد میں درود شریف غیر واجب ہے؟ [3]

لیکن امام شافعی کے اس استدلال کا تعاقب کیا گیا ہے کہ ایک تو یہ احادیث

---

[1] الفتح (١١/ ١٦٤) جلاء الأفهام (ص: ١٣) وقد تكلم على إسناده.

[2] فتح الباري حواله سابقه، جلاء الأفهام (ص: ١٩٦) وقد تكلم عليه جرحا وتعديلًا وقال: إن كان فيه إبراهيم فقد وثقه جماعه منهم الشافعي وابن حبان و ابن عدى وابن منده وضعفه الآخرون.

[3] و انظر شرح الشفاء (٣/ ٧٣٠)

ابراہیم نامی راوی کی وجہ سے متکلم فیہ ہیں، جبکہ علامہ ابن قیم نے ان کے مجموعہ کو قوی قرار دیا ہے، جیسا کہ سابقہ صفحات میں گزرا ہے۔ دوسرے اگر انھیں صحیح بھی مان لیں تب بھی ان دونوں میں سے پہلی روایت میں یعنی ''یعني فِيْ الصَّلَاةِ'' کے الفاظ کس نے کہے ہیں، اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔ تیسرے ''کَانَ یَقُوْلُ فِی الصَّلَاةِ'' سے بظاہر تو فرض نماز ہی کا پتا چلتا ہے لیکن اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہاں صلوٰۃ سے درود شریف کا طریقہ و کیفیت مراد ہو، اور یہ ایک قوی احتمال ہے، کیوں کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کے اکثر طُرق میں کیفیت ہی کا سوال ہے نہ کہ موقع محل کا۔ اور چوتھے یہ کہ ان احادیث میں اس بات کی صراحت بھی نہیں کہ درود شریف کا موقع محل کیا ہے اور یہ کہ یہ تشہد کے بعد اور دعا و سلام سے پہلے ہی ہونا چاہیے۔[1]

اس کا جواب علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ نماز میں ثنا، درود اور دعا کا اس تشہد کے سوا دوسرا کوئی موقع و محل ہی نہیں ہے، لہٰذا یہ اعتراض بے معنیٰ ہے، کیوں کہ نہ تو قیام میں درود شریف مشروع ہے نہ رکوع و سجود میں، اور اس پر اتفاق ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس سے نماز کے آخر میں دورانِ تشہد درود شریف پڑھنا مراد ہے۔[2]

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم:

ان پندرہ (۹+۶=۱۵) احادیث و روایات کے علاوہ قائلینِ وجوب اپنی تائید میں متعدد آثارِ صحابہ و تابعین بھی پیش کرتے ہیں۔ آیئے پہلے آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مطالعہ کریں:

پہلا اثر:

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صحیح اثر وہ ہے جو مستدرک حاکم اور التمہید لابن عبدالبر میں قوی سند کے ساتھ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

---

[1] فتح الباري (١١/ ١٦٤)

[2] جلاء الأفهام (ص: ١٩٨)

"يَتَشَهَّدُ الرَّجُلُ ثُمَّ يُصَلِّيُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَدْعُوْ لِنَفْسِهٖ"[1]

"آدمی تشہد پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے اور پھر اپنے لیے دعا کرے۔"

اس اثر کی سند کے بارے میں حافظ ابن حجر نے "فتح الباري" میں "أَصَحُّ مَا وَرَدَ" اور "اَقْوٰی شَيْءٍ" کے الفاظ استعمال کیے ہیں، جبکہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے وجوب کا قول ثابت قرار دیا ہے ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی بھی لکھا ہے جو ان کے نزدیک اس اثر کی سند کے قابلِ حجت ہونے کی دلیل ہے۔ حافظ ابن حجر "فتح الباري" میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا (صحیحین وسنن میں) بیان وارد ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں نماز میں تشہد کا طریقہ سکھایا اور فرمایا کہ پھر نمازی جو دعا چاہے مانگے۔ پس جب حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے دعا سے پہلے درود شریف ثابت ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انھیں تشہد اور دعا کے درمیان درود شریف والے اضافے کے بارے میں بھی نبی ﷺ کا کوئی ارشاد معلوم ہوگا۔[2]

دوسرا اثر:

اسے ایک دوسرے اثر سے بھی تقویت پہنچتی ہے جو سنن ترمذی میں بظاہر موقوفاً لیکن درحقیقت مرفوعاً مروی ہے جس میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اَلدُّعَاءُ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ"[3]

---

[1] فتح الباري (١١/ ١٦٤) وقواه وصححه ابن القيم في جلاء الأفهام (ص: ١٨٢۔ ٢٠٠)

[2] فتح الباري (١١/ ١٦٤)

[3] سنن ترمذی مع التحفه (٢/ ٦١٠) وضعفه. الشفاء للقاضی عیاض (٣/ ٧٤٥) مشكاة (١/ ٢٩٦) وضعف إسناده و فتح الباري (١١/ ١٦٤) و الإرواء (٢/ ١٧٧) وضعفه.

''دعا زمین و آسمان کے درمیان اٹکی رہتی ہے، اور جب تک نبی ﷺ پر درود نہ پڑھیں تب تک اوپر نہیں چڑھ پاتی۔''

علامہ ابن العربی فرماتے ہیں کہ ایسی بات اپنی ذاتی رائے کی بنا پر نہیں کہی جاسکتی۔ لہٰذا اس بظاہر موقوف حدیث کا حکم مرفوع والا ہے، جبکہ اس اثر کا ایک مرفوع شاہد بھی ہے جو جزءِ حسن بن عرفہ میں ہے۔

تیسرا اثر:

"عمل اليوم و الليلة للعمري" میں جید سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"لَا تَكُوْنُ صَلَاةٌ اِلَّا بِقِرَاءَةٍ وَ تَشَهُّدٍ وَصَلَاةٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَاِنْ نَسِيْتَ شَيْئاً مِنْ ذٰلِكَ فَاسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ السَّلَامِ" [1]

''کوئی نماز قراءت (فاتحہ) تشہد اور نبی ﷺ پر درود کے سوا نہیں ہوتی۔ اگر ان میں سے کوئی چیز بھول جاؤ تو سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرو۔''

چوتھا اثر:

اس کی تائید سنن دارقطنی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں وارد حضرت ابو مسعود عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس اثر سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

"مَا اَرَى أَنَّ صَلَاةً لِيْ تَمَّتْ حَتّٰى اُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ" [2]

''میں جب تک حضرت محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ پر درود نہ پڑھ لوں تب تک میں اپنی نماز کو مکمل نہیں سمجھتا۔''

---

[1] بحواله الفتح وقال بسند جيد و جلاء الأفهام (ص: ١٨٢)

[2] سنن الدار قطني (١/ ١/ ٣٥٥٦) بحواله جلاء الأفهام (ص: ١٨٢)

آثارِ تابعین رحمہ اللہ:

اسی سلسلے میں بعض تابعین رحمہم اللہ سے بھی آثار ملتے ہیں:

پہلا اثر:

کبار تابعین میں سے امام شعبی رحمہ اللہ کا اثر امام بیہقی کی الخلافیات میں ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

''مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي التَّشَهُّدِ فَلْيُعِدْ صَلَاتَهُ''[1]

''جو نماز میں نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے وہ اپنی نماز کو دہرائے۔''

دوسرا اثر:

تفسیر طبری میں دوسرا اثر کبار تابعین میں سے امام مطرف رحمہ اللہ بن عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ کا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں:

'' كُنَّا نَعْلَمُ التَّشَهُّدَ فَإِذَا قَالَ: وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ يَحْمَدُ رَبَّهٗ وَيُثْنِىْ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّىْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَسْأَلُ حَاجَتَهٗ''[2]

''ہم تشہد جانتے تھے کہ جب ''وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' کہہ لے تو پھر اپنے رب کی حمد وثنا بیان کرے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے اور پھر اپنی حاجت کے لیے دعا مانگے۔''

اقوالِ ائمہ وفقہاء:

احادیث و آثار کے بعد یہاں بعض ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی ذکر کرتے

[1] فتح الباري (١١/ ١٦٤) وقال: بسند قوي.

[2] بحواله سابقه وقال: بسند صحيح

چلیں جن میں وہ نماز کے قعدۂ ثانیہ میں درود شریف پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

1- امام شافعی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول تو اس سلسلے میں معروف ہے کہ وہ درود شریف کو واجب قرار دیتے تھے، جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے "الشفاء" میں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباري" میں اور دیگر علماء وفقہاء نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے فرمایا:

" فَلَمَّا رُوِیَ اَنَّ النَبِیَّ ﷺ کَانَ یُعَلِّمُھُمُ التَّشَھُّدَ فِی الصَّلَاۃِ وَرُوِیَ عَنْہُ أَنَّہٗ عَلَّمَھُمْ کَیْفَ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ فِی الصَّلَاۃِ لَمْ یَجُزْ اَنْ نَقُوْلَ التَّشَھُّدَ فِی الصَّلَاۃِ وَاجِبٌ وَ الصَّلَاۃُ عَلَیْہِ فِیْہِ غَیْرُ وَاجِبَۃٍ"[1]

''جب یہ روایت موجود ہے کہ نبی ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تشہد میں درود شریف سکھلایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے انھیں یہ بھی سکھلایا کہ درود شریف کیسے پڑھنا ہے تو پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ نماز میں تشہد تو واجب ہو اور تشہد میں درود شریف واجب نہ ہو!''

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کے بقول امام صاحب نے فرمایا ہے:

"اَلرَّجُلُ اِذَا تَشَھَّدَ وَلَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ لَا تَجُوْزُ صَلَاتُہٗ"[2]

''آدمی جب تشہد پڑھے اور نبی ﷺ پر درود نہ پڑھے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔''

2- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

درود شریف کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دو قول ملتے ہیں۔ پہلا

---

[1] الشفاء مع الشرح (٣/ ٧٣٠) فتح الباري (١١/ ١٦٤)

[2] جلاء الأفهام (ص: ١٨٢۔ ١٨٣)

قول امام مروزی رحمہ اللہ نے ''مسائل امام احمد رحمہ اللہ'' میں نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز کے تشہد میں درود شریف چھوڑ دے تو کیا اس کی نماز باطل ہو جائے گی؟ اس پر امام احمد رحمہ اللہ نے کہا:

''مَا اَجْتَرِئُ اَنْ اَقُوْلَ هٰذَا'' ''میں ایسا کہنے کی جراَت نہیں کرسکتا۔''

امام اسحاق کے اسی قول کے بارے میں ایک مرتبہ انھوں نے فرمایا:

''هٰذَا شُذُوْذٌ'' ''ان کا یہ قول شاذ ہے۔''

جبکہ امام صاحب کا دوسرا قول امام ابو زرعہ دمشقی نے ''مسائل امامِ احمد'' میں یوں نقل کیا ہے:

''كنتُ أتهيب ذٰلك، ثُمَّ تبيَّنتُ فإذا الصَّلاة على النَّبِيِّ ﷺ واجبةٌ''

''پہلے میں وجوب کا نہیں کہا کرتا تھا، پھر بعد میں مجھ پر یہ بات کھل گئی کہ درود شریف واجب ہے۔''

چنانچہ پہلے قول کے مطابق تو ان کے نزدیک درود شریف واجب نہیں تھا، لیکن بعد میں انھوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا جب یہ تحقیق ہوگئی کہ درود شریف واجب ہے۔[1]

3- امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ:

امام اسحاق بن راہویہ سے بھی درود شریف کے بارے میں دو قول ملتے ہیں جو حرب کرمانی نے ''مسائلِ امام اسحاق رحمہ اللہ'' میں ''باب الصَّلاة على النبي ﷺ بعد التشهد'' کے تحت ذکر کیے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ میں نے امام اسحاق رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اس آدمی کے بارے میں کیا حکم ہے جو تشہد میں نبی ﷺ پر درود شریف نہ

---

[1] جلاء الأفهام (ص: ١٨٣) المغني لابن قدامه (١/ ٤٧٣) طبع قديم

پڑھے؟ تو انھوں نے کہا:

"اَمَّا اَنَا فَأَقُوْلُ: اِنَّ صَلَاتَهٗ جَائِزَةٌ وَقَالَ الشَّافِعِي: لَا تَجُوْزُ صَلَاتُهٗ"

"میں تو یہ کہتا ہوں کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کی نماز صحیح ہے، لیکن امام شافعی کا کہنا ہے کہ اس کی نماز جائز نہیں ہے۔"

پھر انھوں نے فرمایا:

" اَنَا اَذْهَبُ اِلٰى حَدِيثِ الْحُر عن القَاسم بن مخيمرة، فذَكَر حديثَ ابن مسعود رضی اللہ عنہ"

"میں نے حسن بن حر عن القاسم بن مخیمرہ والی حدیث کو اختیار کیا ہے اور پھر انھوں نے حدیثِ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ذکر کی۔"

حرب کہتے ہیں کہ میں نے امام اسحاق کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

" اِذَا فَرَغَ التَّشَهُّدَ اِمَاماً كَانَ اَوْ مَاْمُوماً صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لَا يُجْزِيْهِ غَيْرُ ذٰلِكَ"

"جب کوئی امام یا مقتدی نماز میں تشہد سے فارغ ہو تو پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے، اس کے سوا اسے کوئی چیز کفایت نہیں کرے گی۔"

یہ اس لیے کہ نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا تھا کہ ہمیں تشہد میں آپ ﷺ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو معلوم ہے، ہم درود شریف کیسے پڑھا کریں؟ جس کا حکم اس آیت میں نازل ہوا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود پڑھتے ہیں۔

اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود و سلام پڑھو۔‘‘

تب نبی ﷺ نے اس کی تفسیر بیان فرمائی کہ کس طرح درود پڑھا کریں۔ لہٰذا نبی ﷺ سے درود شریف کے جتنے بھی صیغے ثابت ہیں ان میں سے کوئی چاہے چھوٹے سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، وہ تشہد کے بعد پڑھنا کفایت کر جاتا ہے۔ جبکہ جلسۂ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف دو ایسے مساوی درجے کے عمل ہیں کہ کسی کا ان میں سے کسی ایک کو جان بوجھ کر چھوڑنا جائز نہیں۔ تاہم اگر بھول کر چھوڑ بیٹھا تو ہمیں امید ہے کہ اس کی نماز ہو جائے گی۔ اگرچہ بعض علمائے حجاز نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے:

’’لَا يُجْزِيهِ تَرْكُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَإِنْ تَرَكَه أَعَادَ الصَّلَاةَ‘‘ [1]

’’نبی ﷺ پر درود نہ پڑھنا اس کے لیے صحیح نہیں ہے، اور اگر چھوڑ بیٹھا تو وہ نماز کا اعادہ کرے (دوبارہ پڑھے)۔‘‘

4- امام ابنِ قدامہ رحمہ اللہ:

معروف فقیہ و محقق امام ابن قدامہ نے المغنی میں درود شریف کے بارے میں کچھ تفصیل ذکر کی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مروی دونوں قول نقل کرنے کے بعد ان کے اپنے پہلے قول سے رجوع کر لینے اور وجوب کا قائل ہو جانے کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے:

’’وظاهِرُ مَذهبِ أحمد وُجوبُهُ‘‘

’’امام احمد کا ظاہر مذہب وجوب کا ہی ہے۔‘‘

نیز لکھتے ہیں:

[1] جلاء الأفهام (ص: ۱۸۲۔۱۸۳)

"وهي واجبة في صحيح المذهب"[1]

''صحیح مذہب کی رو سے درود شریف واجب ہے۔''

5- علامہ یمانی رحمہ اللہ:

علامہ صنعانی نے سبل السلام شرح بلوغ المرام میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

"اَلْحَدیثُ دلیلٌ علیٰ وجوبِ مَا ذکر من التَّحمید والثَّناء والصّلاۃ علیه ﷺ والدعاءِ بما شاء"[2]

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ حمد و ثنا، نبی ﷺ پر درود پڑھنا اور پھر جو چاہے دعا کرنا واجب ہے۔''

حضرت ابو مسعود عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی شرح میں ابن حبان، ابن خزیمہ، دارقطنی اور مستدرک حاکم میں اس حدیثِ مسلم میں وارد اضافی کلمات ''فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ فِيْ صَلَاتِنَا'' کو ثابت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"وَالْحَدِيثُ دليلٌ علٰى وجوب الصَّلَاةِ عليه ﷺ في الصَّلَاةِ بظاهر الأمر، أعني: «قُوْلُوْا» و إلٰى هذا ذهب جماعةٌ من السلف و الأئمة والشَّافعى وإسحاق و دليلهم الحديث مع زيادتِه الثابتة"[3]

''یہ حدیث نماز میں نبی ﷺ پر درود پڑھنے کے واجب ہونے کی دلیل

---

[1] المغني (١/ ٤٧٣) طبع قديم بتحقيق محمد خليل هراس.

[2] سبل السلام (١/ ١/ ١٩١) طبع مصر

[3] سبل السلام (١/ ١/ ١٩٢)

ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے بصیغۂ امر ارشاد ''قُولُوا'' کے ظاہر کا تقاضاً یہی ہے۔ سلف صالحینِ امت کی ایک جماعت اور ائمہ میں سے امام شافعی اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث اور اس کے ثابت شدہ اضافی الفاظ ہیں۔''

6- علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ:

علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے عون المعبود شرح ابو داود میں اس مسئلے کے بارے میں تفصیل کے لیے خفاجی کی ''نسیم الریاض شرح شفاء القاضي عیاض'' اور علامہ ابنِ قیم کی ''جلاء الأفهام'' کی مراجعت کا مشورہ دیا ہے اور ائمہ وفقہاء کے دونوں مسلک یعنی سُنّت ووجوب کا تذکرہ کر کے لکھا ہے:

''و المعتمد عندنا الوجوب... الخ''[1]

''ہمارے نزدیک معتمد علیہ قول وجوب والا ہے ....''

7- علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ:

علامہ عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ نے المرعاۃ شرح مشکوۃ میں اس موضوع پر بڑی سیر حاصل بحثیں ذکر کی ہیں اور مسئلے میں جانبین کی آراء و دلائل بیان کرنے کے بعد اپنی تحقیق کا نچوڑ یوں ذکر کیا ہے:

''و الأحوط عندي هو وجوبها لما تقدم من تقرير البيهقي، وهو أن الآية لما نزلت وكان النبی ﷺ قد علَّمهم كيفية السَّلام عليه في التشهد، و التشهد داخل الصَّلاة، فسألوا عن كيفية الصَّلاة فعلَّمهم، فدلَّ علىٰ أنَّ المراد بذٰلك

[1] عون المعبود (٣/ ٢٦٤_ ٢٦٥)

إيقاع الصَّلاة عليه في التشهد بعد الفراغ من التشهد الذي تقدَّم تعليمه لهم، وأمَّا احتمال أن يكون ذٰلك خارج الصَّلاة فهو بعيد كما قال عياض وغيره“[1]

”میرے نزدیک زیادہ احتیاط والا مسلک وجوب والا ہے، جیسا کہ امام بیہقی کی تقریر سے پتا چل رہا ہے۔ اور ان کی تقریر یہ ہے کہ جب آیتِ احزاب نازل ہوئی تو نبی ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں تشہد اور تشہد میں آپ ﷺ پر سلام کا طریقہ سکھلا چکے تھے۔ اب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے درود پڑھنے کا طریقہ پوچھا تو آپ ﷺ نے سکھلا دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے مراد نماز کے دوران تشہد میں تشہد سے فارغ ہونے کے بعد درود پڑھنا ہے، جبکہ تشہد کی تعلیم پہلے دی جا چکی تھی، البتہ یہ احتمال کہ اس سے مراد نماز سے باہر درود پڑھنا ہے، بعید (از صحت) ہے، جیسا کہ قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے۔“

12-8- فقہائے احناف:

فقہائے احناف میں سے امام طحاوی رحمہ اللہ اور ان کے ساتھ ایک جماعت مثلاً صاحب ”المحيط“ و ”العقد“ و ”التحفة“ و ”المغيث“ وغیرہ جو یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ذکر جب بھی آئے تو نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، ان تمام فقہاء پر بقولِ علامہ عراقی یہ لازم ہے کہ وہ نماز کے قعدہ میں بھی درود شریف کو واجب قرار دیں، کیوں کہ تشہد کے آخری الفاظ میں بھی ”وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ“ کے الفاظ آتے ہیں جن میں نبی ﷺ کا ذکرِ گرامی اور اسمِ مبارک آتا ہے۔[2]

---

[1] المرعاة (٢/ ٤٨٩_ ٤٩٠)

[2] فتح الباري (١١/ ١٥٣) المرعاة (٢/ ٤٩٠)

13- علامہ ابن العربی رحمہ اللہ:

علامہ ابن العربی مالکی ہیں اور انھوں نے بھی اس مسلک کو قرینِ احتیاط قرار دیا ہے کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے۔[1]

ان کے اس مسلک کے مطابق انھیں بھی لازم ہے کہ وہ نماز کے آخر میں دعا وسلام سے پہلے درود شریف کو واجب کہیں، کیوں کہ تشہد کے آخری الفاظ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر اور اسمِ مبارک آتا ہے۔

14- علامہ زمخشری رحمہ اللہ:

علامہ زمخشری نے بھی چونکہ اسی قول کو قرینِ احتیاط مانا ہے لہٰذا انھیں بھی نماز میں درود شریف کے وجوب ہی کو اختیار کرنا لازم ہے۔[2]

15- امام دارقطنی رحمہ اللہ:

امام صاحب نے اپنی سنن میں ایک باب ہی یوں قائم کیا ہے:

"باب ذكر وجوب الصَّلاة على النبي ﷺ في التشهد"[3]

"تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے واجب ہونے کا بیان۔"

16- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق:

وجوبِ درود شریف پر دلالت کرنے والی احادیث و آثار نقل کرنے اور بعض دیگر اصولی امور کے تذکرہ کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباري" میں لکھا ہے:

"وَلَمْ أر عن أَحدٍ من الصَّحابة و التَّابعين التصريح بعدمِ الوُجوب إلَّا ما نُقِل عن إبراهيم النخعي"

---

[1] الفتح أيضاً

[2] الفتح أيضاً.

[3] دار قطنى (١/ ١/ ٣٥٤)

''میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام رحمہم اللہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی کہ ان میں سے کسی نے عدمِ وجوب کی رائے ظاہر کی ہو سوائے ایک تابعی ابراہیم نخعی کے (جن سے عدمِ وجوب نقل ہوا ہے)۔''

آگے لکھا ہے کہ ان سے منقول الفاظ سے بھی یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ اس کے وجوب کے قائل تھے اور خود انھوں نے بھی تو اس کے بغیر نماز کے صرف کفایت کر جانے ہی کی بات کی ہے۔[1]

17- امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ کا ارشاد:

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں اس موضوع کو کافی شرح و بسط سے بیان کیا ہے اور امام طبری، طحاوی اور خطابی کی طرف سے امام شافعی رحمہ اللہ پر اجماع کی خلاف ورزی کے الزام کی تردید کرتے ہوئے متعدد صحابہ و تابعین اور ائمہ وفقہاء کے اقوالِ وجوب ذکر کیے ہیں اور ابو زرعہ دمشقی کے حوالے سے ان کا قول ''وإليه ذهب الإمام أحمد أخيراً'' بھی نقل کیا ہے، پھر حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث روایت کرنے کے بعد لکھا ہے:

''إِنَّا قد روينا وجوب ذٰلك و الأمر بالصَّلاة علٰى رسول اللّٰه ﷺ في الصَّلاة كما هو ظاهر الآية ومفسر بهذا الحديث عن جماعة من الصحابة''

''ہم نے اس کا وجوب روایت کیا ہے۔ اور نماز میں نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا حکم ہے، جیسا کہ آیت کے ظاہر سے پتا چلتا ہے۔ اور اس آیت کی اسی حدیث کے ساتھ تفسیر بیان کی گئی ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی

[1] فتح الباري (١١/ ١٦٥)

ایک جماعت سے مروی تفسیر ہے۔''

نیز لکھا ہے کہ نماز میں درود شریف کو واجب قرار دینے میں امام شافعی رحمہ اللہ اکیلے نہیں بلکہ سلف و خلف میں سے کتنے ہی لوگ ان کے ہم نوا ہیں اور اس مسئلے میں متقدمین یا متاخرین کسی کا بھی ان کے خلاف اجماع نہیں ہے۔[1]

18- جبکہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا اختیار اور (۱۹) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیقات ہم سابق میں ذکر کر چکے ہیں۔

دو پیمانے:

قائلینِ وجوب میں سے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''جلاء الأفهام'' میں مسئلہ زیر بحث کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں درود شریف کو واجب نہ ماننے والے ائمہ وفقہاء نے احکامِ نماز میں سے کتنے ہی امور کو درود شریف کے وجوب کا پتا دینے والے دلائل سے بھی کم درجہ کے دلائل سے واجب قرار دے دیا ہے تو پھر درود شریف کو واجب ماننے میں پس و پیش کیوں کرتے ہیں، مثلاً:

1 امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وتر کو واجب قرار دیتے ہیں اور وتر کے وجوب کے دلائل کا وجوبِ درود کے دلائل کے سامنے کیا مقام ہے؟

پھر وہ نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے پر ایک مرسل روایت کے سہارے وضو کا اِعادہ کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں جبکہ وہ دلیل بھی وجوبِ درود کے دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ایسے ہی وہ قے، نکسیر اور سینگی لگوانے یا فصد کروانے پر بھی وضو کرنے کو واجب قرار دیتے ہیں اور اس کے لیے ایسے دلائل سے استدلال کرتے ہیں جو مسئلہ زیر بحث کے دلائل کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

[1] تفسیر ابن کثیر (۳/ ۵۰۸)

2 امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نماز میں بعض امور فرض و مستحب کے مابین ہیں، لیکن وہ فرض نہیں، البتہ مستحب کی فضیلت سے بڑھ کر مقام والے ہیں جنہیں ''سبب'' بھی کہا جاتا ہے، مثلاً سورت فاتحہ کے ساتھ کسی دوسری سورت کی قراءت کرنا، تکبیراتِ انتقال، قعدۂ اُولیٰ، نماز میں سراً و جہراً۔ اور تفصیلات سے قطع نظر ان کے ترک پر سجدۂ سہو بھی واجب قرار دیتے ہیں۔

3 امام احمد رحمہ اللہ انہی سب امور کو واجب کہتے ہیں اور ان کے ترک پر سجدۂ سہو واجب قرار دیتے ہیں۔

اب نماز میں درود شریف کو واجب قرار دینے والے دلائل اگر ان امور میں سے اکثر کے دلائل سے زیادہ قوی نہیں تو کچھ کم بھی نہیں ہیں۔[1]

تو پھر یہ دو پیمانے کس لیے ہیں؟

قائلینِ عدمِ وجوب:

امام ابو حنیفہ، مالک، ثوری، اوزاعی اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک نماز میں درود شریف کا پڑھنا واجب نہیں بلکہ سُنّت ہے۔[2]

ان کے دلائل کا تجزیہ سابق میں ہو چکا ہے اور کچھ تفصیل آگے آ رہی ہے۔ بظاہر قائلینِ وجوب کا پلہ بھاری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

عام حالت میں حکم:

عام حالت میں ان سب کے نزدیک بھی درود شریف فرض و واجب ہے، اختلاف صرف نماز میں پڑھنے کے وجوب یا عدمِ وجوب میں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ

---

1 جلاء الأفهام (ص: ٢٠٠۔ ٢٠١)

2 المغني (١/ ٤٧٣) فتح الباري (١١/ ١٥٢، ١٥٣، ١٦٤) نيل الأوطار (٢/ ٣/ ١٣٨۔ ١٣٩) جلاء الأفهام (ص: ٢٠٠۔ ٢٠١) ابن كثير (٣/ ٥٠٨) المرعاة (٢/ ٤٩٠)

نے درود شریف کے حکم کے بارے میں اہلِ علم کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں جن کی تعداد دس تک پہنچتی ہے۔

1 درود شریف مستحبات میں سے ہے۔ اس پر ابن جحر و طبری نے اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے (جبکہ یہ اجماع والی بات بڑی بے وزن ہے۔ جہاں کبار صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی و احمد اور اسحاق رحمہم اللہ دوسری طرف ہوں تو اس اجماع کی حقیقت ہی کیا رہ جاتی ہے!)

2 درود شریف بالجملہ واجب ہے جس میں کوئی حصر نہیں، لیکن اس کی کم از کم مقدار ایک مرتبہ اس کا پڑھنا ہے۔ ابن القصار وغیرہ نے اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے (اور اس اجماع کی حقیقت واضح ہے)

3 علامہ ابن حزم اور احناف میں سے ابو بکر رازی کہتے ہیں کہ اس کا حکم بھی کلمۂ توحید کی طرح ہے اور نماز میں یا نماز سے باہر عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ واجب ہے۔ جبکہ معروف مفسر امام قرطبی کہتے ہیں کہ عمر بھر میں اس کے ایک مرتبہ واجب ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں، لیکن یہ ہر وقت سنن مؤکدہ کی طرح ضروری ہے۔ ان سے پہلے ابن عطیہ کا بھی یہی قول ہے۔

4 بقول امام شافعی اور ان کے موافقین کے، نماز کے آخر میں دعا و سلام سے پہلے اس کا پڑھنا واجب ہے۔ (اور اس قول کے تفصیلی دلائل ہم ذکر کر چکے ہیں۔)

5 امام شعبی اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کے نزدیک یہ تشہد میں بلا تخصیصِ مقام واجب ہے۔

6 ابو جعفر باقر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ نماز میں کسی بھی جگہ درود شریف واجب ہے۔ اس کے لیے انھوں نے کسی جگہ کی تعیین نہیں کی۔

7 مالکیہ میں سے ابو بکر بن بکیر کہتے ہیں کہ تعداد کی تعیین کیے بغیر درود شریف کا

بکثرت پڑھنا واجب ہے۔

8 امام طحاوی اور فقہائے احناف کی ایک جماعت اور حلیمی اور فقہائے شافعیہ کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جب بھی نبی ﷺ کا ذکرِ مبارک آئے درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ مالکیہ میں سے علامہ ابن العربی نے اسی کو سب سے زیادہ قرینِ احتیاط مسلک قرار دیا اور علامہ زمخشری نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔

9 علامہ زمخشری نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر مجلس میں ایک مرتبہ درود شریف واجب ہے، چاہے آپ ﷺ کا ذکر بار بار کیوں نہ آئے۔

10 علامہ زمخشری نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب بھی دعا کی جائے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے۔[1]

ان تفصیلات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ درود شریف کے بارے میں عام حکم تو وجوب والا ہے، نماز میں ہو یا باہر، خصوصاً جب بھی نبی ﷺ کا ذکرِ گرامی آئے۔ اختلاف صرف نماز میں اس کے وجوب وعدمِ وجوب میں ہے۔ قائلینِ وجوب کے دلائل بالتفصیل آپ کے سامنے آچکے ہیں۔

قائلینِ عدمِ وجوب کے دلائل:

اب باری ہے نماز میں درود شریف کو واجب نہیں بلکہ سُنّت قرار دینے والوں کے دلائل کی۔ ان کا استدلال بھی بعض احادیث سے ہے اور ساتھ ہی وہ سلف صالحین کے عمل اور اجماع سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

1- اجماعِ اُمّت:

قائلینِ عدمِ وجوب کی طرف سے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے "الشّفاء بحقوق المُصطفی ﷺ" میں لکھا ہے کہ امام شافعی سے پہلے کے لوگوں کا اس بات پر

[1] فتح الباري (١١/ ١٥٢۔ ١٥٣) المرعاة (٢/ ٤٨٩۔ ٤٩٠)

اجماع ہے کہ نماز میں درود شریف واجب نہیں ہے۔[1]

جائزہ:

جب ان کے اس دعوائے اجماع کا جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ ان کے اس دعوے میں کوئی جان نہیں ہے، کیوں کہ اس مسئلے میں نہ امام شافعی سے پہلے اجماع تھا اور نہ کبھی بعد میں ہوا، بلکہ اس میں دونوں طرح کی رائے والے لوگ رہے ہیں۔ اور وہ اجماع بھی کیا اجماع ہے جس کے برعکس رائے رکھنے والے لوگوں میں حضرت عمرِ فاروق، ان کے فرزندِ ارجمند حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو مسعود عقبہ بن عامر انصاری بدری، حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہم جیسے معروف و کبار صحابۂ کرام ہوں اور کسی بھی صحابی سے ان چھے صحابہ کی رائے کے خلاف کوئی قول واثر نہ ملتا ہو۔ اس طرح یہ تو وجوب پر سکوتی اجماع ہے۔

اور اس کے غیر واجب ہونے پر مزعومہ اجماع کی حقیقت اس وقت کیا رہ جاتی ہے جب دوسری طرف تابعین و ائمہ کرام رحمہم اللہ میں سے امام شعبی، امام شافعی، آخری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل، محمد بن کعب القرظی، قاسم، مقاتل بن حیان، ابن المواز اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ جیسے کبار اہلِ علم ہوں، اور وہ فقہائے احناف و مالکیہ ان پر مستزاد ہیں جنھوں نے صراحتاً تو نماز میں درود شریف کو واجب قرار نہیں دیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ خیر کے آنے پر اسے واجب کہا ہے۔ اور نماز کے قعدہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر آتا ہے، لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ اس کے وجوب ہی کا کہیں۔[2]

معلوم ہوا کہ یہ دعوائے اجماع دعویٰ بلا دلیل ہے۔[3]

---

[1] الشفاء (٣/ ٧٣٦۔ ٧٣٧) جلاء الأفهام (ص: ١٨٠)

[2] فتح الباري (١١ / ١٥٣) المرعاة (٢/ ٤٩٠)

[3] نیز دیکھیں: سابقہ موضوع ''قائلینِ وجوب''

2- تعاملِ سلف:

قاضی عیاض رحمہ اللہ ہی نے عدمِ وجوب کی دلیل کے طور پر یہ بھی کہا ہے کہ سلف صالحین کا عمل بھی اس بات کا پتا دیتا ہے کہ نماز میں درود شریف فرض و واجب نہیں ہے۔[1]

جائزہ:

یہ دعویٰ بھی پہلے سے کچھ مختلف نہیں ہے، کیوں کہ ازمنۂ ماضیہ سے لے کر آج تک نماز میں تشہد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا معمول بہ چلا آرہا ہے۔

کوئی امام ہو یا مقتدی یا چاہے کوئی اکیلا نماز پڑھے، اور نماز فرض ہو یا نفل، ہر نماز میں نمازی بالالتزام اور بالاستمرار درود شریف پڑھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر آج کسی بھی نمازی سے پوچھا جائے کہ تم نے تشہد کے بعد درود شریف پڑھا ہے یا نہیں؟ تو وہ جواب دے گا: پڑھا ہے۔ اور کیوں نہ پڑھتا؟ حد تو یہ ہے کہ اگر کسی امام کے بارے میں پتا چل جائے کہ وہ محض سُنّت سمجھتے ہوئے قعدۂ اخیرہ میں درود شریف نہیں پڑھتا تو لوگ نہ صرف یہ کہ اس کے بارے میں نکیر کریں گے، بلکہ اگر وہ اپنے اس فعل سے باز نہ آئے اور اسے ہٹانے کی ان میں ہمت نہ ہو تو کم از کم وہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے ضرور ہٹ جائیں گے۔ اور حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا یہ ''تعاملِ اُمّت'' سے عدمِ وجوب ثابت کرنا بھی پہلے دعوے کی طرح بلا دلیل و برہان ہے، کیوں کہ تعاملِ اُمّت ان کے دعوے کے سراسر برعکس ہے اور تعاملِ اُمّت عدمِ وجوب والوں کا مؤیّد نہیں، یہ تو قائلینِ وجوب کی رائے رکھنے والوں کی قوی تائید کرتا ہے۔ اور اگر بالفرض ان کے

[1] حواله جات سابقه از الشفاء و جلاء الأفهام.

اس قول کی تاویل کرتے ہوئے یہ مراد لیا جائے کہ اہلِ اجماع کا قول عدمِ وجوب بتاتا ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ عمل یا تعامل ہی نہیں کہلاتا، اور دوسرے یہ کہ اہلِ اجماع کو تو اس مسئلے میں اجماع کا علم بھی نہیں، جیسا کہ کچھ تفصیل بھی ذکر کی جا چکی ہے۔

3- احادیث سے استدلال:

قائلینِ عدمِ وجوب بعض احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً:

پہلی حدیث:

علامہ ابنِ عبد البر رحمہ اللہ نے التمہید شرح موطأ میں لکھا ہے کہ قائلینِ عدمِ وجوب کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو حسن بن حر عن القاسم بن مخیمرہ کے طریق سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں تشہد کے الفاظ ''اَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ آنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں:

« فَاِذَا قُلْتَ هٰذَا [اَوْ قَضَيْتَ هٰذَا] فَقَدْ قَضَيْتَ الصَّلَاةَ، فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ »[1]

''جب تم نے یہ کہہ لیا تو تم نے نماز پوری کر لی، اب اٹھنا چاہو تو اٹھ جاؤ اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو۔''

اس حدیث سے یوں عدمِ وجوب پر استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں درود شریف کا ذکر نہیں آیا، اگر وہ واجب ہوتا تو اس میں ذکر آتا، تشہد کے بعد ''فَقَدْ قَضَيْتَ الصَّلَاةَ'' کے الفاظ نہ آتے۔

جواب:

ابو داود، ترمذی، دار قطنی اور مسند احمد میں مروی اس حدیث پر مشتمل اس دلیل

[1] أبو داود مع العون (٣/ ٢٥٤) دار قطنی (١/ ١/ ٣٥٢ تا ٣٥٤) مسند أحمد، ترمذي، دارمي (١/ ٣٢٩)

کا جواب قائلینِ وجوب یہ دیتے ہیں کہ حدیث میں وارد یہ الفاظ نبی اقدس ﷺ کے نہیں بلکہ یہ ''مدرج'' یا ''الحاق'' جملہ ہے جو رواۃ کی غلطی سے بعض طُرق میں اس طرح آ گیا ہے کہ جیسے یہ نبی ﷺ کا ارشاد ہو، جبکہ بعض روایات میں صراحتاً یہ الفاظ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، جیسا کہ امام دارقطنی نے اپنی سنن اور کتاب العلل میں صراحت کی ہے۔ اسی طرح امام ابوبکر الخطیب نے بھی اپنی کتاب الفَصل لِلوصل میں اس جملے کو ''مدرج'' قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہماری بیان کردہ اس تفصیل کو بھی ملا لیا جائے جو ہم درود شریف میں ''سیدنا و مولانا'' جیسے الفاظ کو جائز ماننے والوں کے دلائل میں سے تیسری دلیل کے جواب میں کہہ آئے ہیں تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے، کیوں کہ وہاں بھی اسی حدیث سے استدلا ل کیا گیا ہے۔ ہم نے کبار حفاظ و محدّثین کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یہ الفاظ مدرج و الحاق ہیں، لہٰذا ان سے استدلال صحیح نہیں ہے۔[1]

ایک اشکال کا حل:

اس جواب پر بعض اشکالات یا اعتراضات بھی وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر ان الفاظ کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہی مان لیا جائے تو وہ اس حدیث کے راوی ہیں جن سے قائلینِ وجوب نے استدلال کیا ہے اور جب راوی کا فتویٰ مروی عنہ کے برعکس ہو تو اس کی روایت سے استدلال صحیح نہیں ہوتا ...... وغیرہ۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''جلاء الأفهام'' میں اس اشکال کو ''ایک قوی سوال'' قرار دیتے ہوئے اس کے چار جوابات دیے ہیں جن میں سے بعض کو تو خود کمزور شمار کیا ہے جبکہ بعض دوسرے انتہائی مُسکت ہیں، جن کی تفصیل ان کی کتاب

---

[1] جلاء الأفهام (ص: ۱۸۷، ۱۹۰) عون المعبود (۳/ ۲۵۴۔ ۲۵۵) دار قطنی (۱/ ۳۵۲۔ ۳۵۴) رسائل و مسائل (۵/۲۱۲۔۲۱۳)

کے صفحہ (۱۸۸۔۱۹۰) پر دیکھی جا سکتی ہے۔

اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے آخری الفاظ کو مرفوعاً یا موقوفاً کسی بھی طرح عدمِ وجوب کے لیے قابلِ استدلال مان لیا جائے تو پھر نہ تو تشہد کے لیے اس کے بقدر قعدہ کرنا یا بیٹھنا ہی واجب رہے گا جو احناف کا بھی مسلک ہے، اور نہ ہی سلام پھیرنا واجب رہے گا جو مالکیہ بھی واجب مانتے ہیں، کیوں کہ ان امور کا بھی اس میں ذکر نہیں ہے اور نہ ہی واجب سجدۂ سہو کا ذکر ہے جبکہ اس کے بغیر نماز ہی صحیح نہیں ہوتی۔ غرض اس حدیث سے خصوصاً اس کے آخری الفاظ سے درود شریف کے عدمِ وجوب پر استدلال صحیح نہیں ہے۔

دوسری حدیث:

اس سلسلے میں ان کا استدلال ایک دوسری روایت سے بھی ہے جو ابو داود، ترمذی اور معانی الآثار طحاوی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس میں امام طحاوی کی روایت کے مطابق یہ الفاظ آئے ہیں:

«اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنْ آخِرِ السُّجُوْدِ فَقَدْ مَضَتْ صَلَاتُهٗ اِذَا هُوَ اَحْدَثَ» [1]

”اگر کوئی آخری سجدہ سے سر اٹھا لے اور پھر بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز ہو گئی۔“

اس روایت سے استدلال بھی پہلی حدیث ہی کی طرح ہے کہ جب آخری سجدہ کے بعد حادث و بے وضو ہو جانے والے کی نمازی ہو گئی تو درود شریف کہاں واجب رہ گیا؟

---

[1] بحواله جلاء الأفهام (ص: ١٨١) ابو داود، ترمذی، وعزاه صاحب المعجم الى ابن ماجه والدارمي و أحمد أيضاً، المعجم المفهرس (١/ ٤٣٤)

جواب:

اس حدیث سے استدلال بھی صحیح نہیں، کیوں کہ اس میں ضعف و کمزوری کے کئی اسباب پائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

1. بقول امام ترمذی رحمہ اللہ اس کی سند قوی نہیں اور اس میں اضطراب ہے۔
2. اس کی سند کے ایک راوی عبد الرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ہیں، جنہیں کئی محدّثینِ کرام مثلاً امام احمد و ابن عدی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہیں، جبکہ ابن عدی کا کہنا ہے کہ ان کی عام روایات کی متابعت نہیں کی جاتی۔
3. یہ حدیث بکر بن سوادہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے جبکہ بکر کی ان سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہ منقطع ہوئی۔
4. امام ترمذی رحمہ اللہ کے بقول یہ مضطرب الاسناد ہے اور بقول علامہ ابن قیم رحمہ اللہ یہ مضطرب المتن بھی ہے، کیوں کہ امام طحاوی کے یہاں تو اس کے وہی الفاظ ہیں جو شروع میں ہم نے ذکر کیے ہیں جبکہ امام ابو داود و ترمذی کے یہاں اس طرح ہے:

«اِذَا اَحْدَثَ الرَّجُلُ وَقَدْ جَلَسَ فِیْ آخِرِ صَلَاتِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلَاتُہٗ»

”اگر کوئی سلام پھیرنے سے پہلے ہی بے وضو ہو جائے اور وہ نماز کے آخر میں بیٹھ چکا ہو تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔“

جبکہ خود امام طحاوی کے یہاں بھی پہلے الفاظ کے علاوہ یہ روایت یوں بھی آتی ہے:

«اِذَا قَضَی الْاِمَامُ الصَّلَاۃَ فَقَعَدَ فَاَحْدَثَ ھُوَ اَوْ اَحَدٌ مِمَّنِ ائْتَمَّ بِالصَّلَاۃِ مَعَہٗ قَبْلَ اَنْ یُّسَلِّمَ الْاِمَامُ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُہٗ فَلَا

يَعُودُ فِيهَا»

''جب امام نماز مکمل کر لے اور تشہد کے لیے بیٹھ جائے، پھر امام یا کوئی مقتدی سلام پھیرنے سے پہلے ہی بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہو گئی، اسے وضو کر کے دوبارہ نماز میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

ظاہر ہے کہ اس کا معنیٰ پہلی روایت سے مختلف ہے۔ اور پھر انہی کے یہاں اس کا تیسرا سیاق بھی ہے جس کا متن یوں ہے:

«اِذَا رَفَعَ الْمُصَلِّيْ رَاسَهٗ مِنْ آخِرِ صَلَاتِهٖ وَقَضٰی تَشَهُّدَهٗ ثُمَّ اَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهٗ»

''جب نمازی نماز کے آخر میں (سجدہ سے) سر اٹھا لے اور تشہد پڑھ لے اور پھر (سلام سے پہلے ہی) بے وضو جائے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔''

ان مختلف المتون روایات کا انحصار افریقی پر ہی ہے اور بعید نہیں کہ یہ انہی کے سوئے حفظ کا نتیجہ ہو۔[1]

بھلا ایسی مضطرب الاسناد اور مضطرب المتن روایت سے استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے جس میں کبھی آخری سجدہ کے بعد بے وضو ہو جانے، کبھی تشہد سے فارغ ہو کر بے وضو ہو جانے اور کبھی سلام پھیرنے سے پہلے بے وضو ہو جانے والے کی نماز ہو جانے کا ذکر ہے۔ اس طرح تو قعدہ بقدرِ تشہد بھی واجب نہ رہا جو احناف کے نزدیک واجب اور حنابلہ کے نزدیک ارکانِ نماز میں سے ہے۔ پھر نہ ہی تشہد واجب رہا اور نہ ہی سلام پھیرنا۔ ایسی روایت سے استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

تیسری حدیث:

درود شریف کے غیر واجب ہونے پر ایک تیسری حدیث سے بھی استدلال کیا

[1] ترمذی، جلاء الأفهام (ص: ١٩٠۔ ١٩١) مع حاشیه

جاتا ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«اِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ اَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهٗ»[1]

''جب کوئی شخص تشہد کے بقدر بیٹھ لے اور پھر وضو توڑ لے تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔''

جواب:

یہ حدیث بھی صحیح نہیں ہے کہ قابلِ استدلال ہو۔ چنانچہ علی بن سعید ''مسائلِ امام احمد رحمہ اللہ'' میں لکھتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے تارکِ تشہد کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''یُعِیْدُ'' ''وہ نماز کو دہرائے۔'' میں نے عرض کیا کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ والی حدیث کا کیا معنیٰ ہے؟ فرمایا:

'' لَا یَصِحُّ، وَقَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ بِخِلَافِ حَدِیْثِ عَلِیٍّ وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ''[2]

''وہ صحیح نہیں ہے، نبی ﷺ سے حضرت علی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث کے خلاف بھی احادیث مروی ہیں۔''

چوتھی حدیث:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے مراد حدیثِ تشہد ہے، جس کے آخر میں ہے:

«ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الْكَلَامِ (الدُّعَاءِ) مَا شَاءَ»[3]

''پھر جو دعا کرنا چاہے اسے اختیار کر لے۔''

اس حدیث سے بھی عدمِ وجوب پر استدلال کیا جاتا ہے۔

---

[1] بحواله جلاء الأفهام (ص:۱۸۱)

[2] بحواله جلاء الأفهام (ص:۱۹۱)

[3] بحواله جلاء الأفهام (ص:۱۹۱)

جواب:

اس مسئلے میں اس سے استدلال صحیح نہیں، کیوں کہ اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں درود شریف کا ذکر نہیں آیا اور یہ اس کے ذکر سے خاموش ہے۔ لیکن یہ عدمِ ذکر اور سکوت، وجوب کا پتا دینے والی احادیث کا معارض تو نہیں ہوسکتا، کیوں کہ عدمِ ذکر عدمِ وجوب کا ہرگز پتا نہیں دیتا۔ اس میں عدمِ ذکر ہے تو دوسری احادیث میں ذکرِ وجوب آ گیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان کی معارض نہیں ہے۔[1]

پانچویں حدیث:

نماز میں درود شریف کو غیر واجب قرار دینے والے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس سے قائلینِ وجوب نے وجوب پر استدلال کیا ہے۔[2]

اس سے عدمِ وجوب پر اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نمازی کو نماز دہرانے کا حکم نہیں فرمایا تھا جس نے نماز میں درود شریف نہیں پڑھا تھا۔ اگر درود شریف واجب ہوتا تو اسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز دہرانے کا حکم فرماتے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو نماز دہرانے کا حکم فرمایا تھا جو رکوع و سجود پوری طرح نہیں کر رہا تھا، جو نماز اچھی طرح سے نہ پڑھنے والے معروف واقعہ والا اعرابی ہے۔

جواب:

اس حدیث سے چونکہ قائلینِ وجوب نے بھی استدلال کیا ہے اور اس میں درود شریف پڑھنے کا حکم امر کے صیغے میں ہے، لہٰذا اُن کا استدلال اگر قائلینِ عدمِ وجوب سے قوی نہیں تو کم تر بھی نہیں۔ لہٰذا پہلی بات تو یہ کہ یہ وجوب کی دلیل ہے۔

---

[1] جلاء الأفهام (ص: ۱۸۵۔ ۱۹۱)

[2] برائے نص و تخریج دیکھیں: دلائلِ وجوب، چھٹی دلیل

دوسری یہ کہ اگر اسے دلالت میں جانبین کے درمیان برابر مشترک بھی مان لیں تب بھی اس سے عدمِ وجوب پر استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔ جبکہ علامہ ابنِ قیم جیسے محققین نے اس حدیث کو قائلینِ وجوب کی طرف راجح الدلالہ قرار دیا ہے اور اس کے وجوب کی طرف راجح الدلالہ ہونے کے متعدد دلائل بھی ذکر کیے ہیں جن کی تفصیل ان کی کتاب ”جلاء الأفهام في الصَّلاة و السَّلام علىٰ خير الأنام ﷺ“ (ص: ۱۹۱۔ ۱۹۲ طبع بیروت) پر دیکھی جاسکتی ہے۔

چھٹی حدیث:

قائلینِ عدمِ وجوب اچھی طرح سے نماز نہ پڑھنے والے اعرابی کے واقعہ پر مشتمل حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔[1]

وہ یوں کہ نبی ﷺ نے اس اعرابی کو نماز میں درود شریف پڑھنے کا حکم نہیں فرمایا تھا۔ اگر یہ بھی قراءت، رکوع وسجود اور اطمینان و اعتدال کی طرح واجباتِ نماز میں سے ہوتا تو آپ ﷺ اسے اس کا بھی حکم فرماتے۔

جواب:

قائلینِ وجوب کا کہنا کہ اس کی حدیث سے زیادہ سے زیادہ اتنا ہی پتا چلتا ہے کہ اس میں درود شریف کا ذکر کہیں نہیں آیا، نہ وجوباً نہ نفیاً۔ اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جاچکا ہے کہ کسی چیز کا عدمِ ذکر عدمِ وجوب کا پتا نہیں دیتا۔ اور جب بعض دوسری احادیث درود شریف کے وجوب کا پتا دیتی ہیں تو وہ ان سے اخذ کیا جائے گا۔ اس حدیث میں اس کا عدمِ ذکر ان احادیث کا معارضہ نہیں بنتا۔ اور پھر اگر یہ مان لیا جائے کہ جو چیز اس حدیث میں نہیں آئی وہ غیر واجب ہے تو پھر تشہد پڑھنا، تشہد کے

---

[1] بخاری مع الفتح (۲/ ۲۷۷) صحیح مسلم، أبو داود، ترمذی، نسائی، فقه السنة (۱/ ۱۲۳) مشكاة (۱/ ۲٤٦)

لیے قعدہ کرنا، سلام پھیرنا، نیت کرنا، قراءتِ سورت فاتحہ، استقبالِ قبلہ اور اوقاتِ نماز میں نماز پڑھنا وغیرہ تمام چیزوں کو ہی غیر واجب ماننا پڑے گا جو اس حدیث میں مذکور نہیں ہیں، جبکہ ایسا کوئی بھی نہیں کہتا۔ اور جب ان سب کے مذکور نہ ہونے کے باوجود انھیں دوسرے دلائل سے واجب مانا جاتا ہے تو درود شریف کو کیوں نہیں مانا جاسکتا؟[1]

خلاصۂ بحث:

اس موضوع سے متعلقہ بحث کا دو حرفی خلاصہ یہ ہے کہ دلائل کی قوت درود شریف کو واجب قرار دینے والوں کے ساتھ ہے، اگرچہ جمہور اہلِ علم اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں، لیکن پیروی جمہور کی نہیں بلکہ دلیل کی ہونی چاہیے اور وہ قائلینِ وجوب کی مؤیّد ہے۔

درود شریف کے دیگر مقامات و مواقع

نماز میں درود شریف کے دو اہم مواقع اور مقامات تو تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آچکے ہیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ نمازِ پنج گانہ و نوافل کے علاوہ نبیِ کریم ﷺ پر کس کس مقام پر وجوباً یا استحباباً درود شریف پڑھنا چاہیے۔

تیسرا مقام:

نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا تیسرا موقع دعائے قنوت کا آخر ہے۔ اس کی دلیل سنن نسائی میں وارد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے جس میں دعائے قنوت کے الفاظ آئے ہیں:

«اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ»

---

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: جلاء الأفهام (ص: ۱۸۰۔ ۱۹۳)

''اے اللہ! مجھے ان لوگوں کی طرح ہدایت دے جنھیں کہ تو نے ہدایت یافتہ بنایا ہے۔''

اس کے آخر میں ہے:

«وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ»[1]

''اللہ کا درود پہنچے نبیِ اُمّی کی ذاتِ گرامی کو۔''

اس حدیث کی سند کو امام نووی نے ''المجموع شرح المهذب'' (۳/ ٤٩٩) میں صحیح یا حسن کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''التلخيص الحبير'' میں ان کا تعاقب کیا ہے اور اسے منقطع قرار دیا ہے۔[2]

اسی طرح قسطلانی، زرقانی اور البانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔[3] غالباً یہی وجہ ہے کہ العز بن عبد السلام نے اپنے فتاوی میں اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''صفة صلاة النبي ﷺ'' میں دعائے قنوت کے آخر میں درود شریف کے اس صیغے کو صحیح قرار نہیں دیا۔[4]

محققین علما کی شان:

اہلِ علم کی خصوصاً محققین علماء کی یہ شان رہی ہے کہ جونہی کسی مسئلے کی دلیل ثابت ہوگئی انھوں نے اسے اختیار کیا اور اپنے سابقہ قول سے رجوع کر لیا۔ اسی شان کا مظاہرہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے کہ تحقیق کے بعد جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس ضعیف السند حدیث کے علاوہ دعائے قنوت کے آخر میں درود شریف پڑھنا بعض

---

[1] نسائي، الإرواء (٢/ ١٧٦) وضعفه

[2] التلخيص.

[3] صفة صلاة النبي ﷺ (ص: ١٠٧) إرواء الغليل (٢/ ١٧٦)

[4] حوالہ جات بالا وفتاوی العز بن عبد السلام

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی صحیح سند سے ثابت ہے تو انھوں نے اپنے سابقہ قول سے رجوع کر لیا اور دعائے قنوت کے آخر میں درود شریف کی مشروعیت کو اختیار کرنے کا اعلان اپنی کتاب "تلخیص صفة الصلاة" اور "إرواء الغلیل" میں کر دیا۔ [1]

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ درود شریف تو قنوتِ وتر میں ہے لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے نمازِ فجر وغیرہ کی قنوتِ نازلہ اور ماہِ رمضان کی نمازِ وتر والی دعائے قنوت کے آخر میں بھی پڑھا جائے گا اور اسماعیل القاضی کی کتاب "الصّلاة علی النبی ﷺ" سے اس سلسلے میں حضرت ابیّ بن کعب اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی بعض آثار بھی نقل کیے ہیں جن میں ان کے دعائے قنوت کے آخر میں درود شریف پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ [2]

چوتھا مقام:

درود شریف پڑھنے کا چوتھا مقام نمازِ جنازہ کی دوسری تکبیر کے بعد ہے۔

اس کی مشروعیت میں تو کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس کا حکم امام شافعی رحمہ اللہ اور مشہور روایت میں امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک وجوب کا ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس کی روایت بیان کی ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ و مالک اور بعض شافعی فقہاء کے نزدیک واجب نہیں مستحب ہے، بہر حال مشروع سب کے یہاں ہے۔ [3]

دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھنے کا پتا سنن نسائی، مسند شافعی، منتقیٰ ابن الجارود، مستدرک حاکم، قیام اللیل مروزی اور کتاب الصّلاة علی النبی ﷺ

---

[1] الإرواء (۲/ ۱۷۷) و تلخیص صفة الصلاة.

[2] جلاء الأفهام (ص: ۲۰۳_ ۲۰٤)

[3] جلاء الأفهام (ص: ۲۰۹٤) الشفاء مع شرح (۳/ ۷۵۹_۷٦۰)

لإسماعيل القاضي میں حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے طریق سے ایک دوسرے صحابی سے مروی حدیث سے، نیز موطأ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اثر سے اور ایسے ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اثر سے چلتا ہے۔

اس کی تفصیل "المغني لابن قدامه" (۲/ ٤٠٥ طبع مصر) تحقیق محمد خلیل ہراس، "جلاء الأفهام لأبن قيم" (ص: ٢٠٤۔ ٢٠٦، طبع بيروت)، "شرح الشفاء" (۳/ ٧٥٩۔ ٧٩٠، طبع مصر) اور "نيل الأوطار" (۳/ ٥/ ٥٢۔ ٥٥، طبع الرياض) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جبکہ ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ والی حدیث کے رواۃ کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ سب صحیحین کے راوی ہیں۔ جیسا کہ امام شوکانی نے ان سے نقل کیا ہے۔

پانچواں مقام:

درود شریف پڑھنے کا پانچواں مقام جمعہ، عیدین اور استسقاء وغیرہ کا خطبہ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک یہ بات معروف ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس سلسلے میں متعدد آثار بھی ملتے ہیں، مثلاً زوائد مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور سنن دارقطنی میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار موجود ہیں۔[1]

اسی طرح درس و تدریس میں اور وعظ و تبلیغ کے جلسوں اور حلقوں میں بھی واعظین و مبلغین کو چاہیے کہ وہ وعظ کے اوّل و آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھیں۔

چھٹا مقام:

درود شریف پڑھنے کا چھٹا مقام اذان سننے اور اس کا جواب دینے کے بعد ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے

[1] جلاء الأفهام (ص: ٢٠٧۔ ٢٠٨۔ ٢٣٢) وانظر أيضاً: المغنى (٢/ ٢٥١۔ ٢٥٢) نيل الأوطار (٢/ ٣/ ١٤١)

نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

« اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ، فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ بِهَا عَشْراً »[1]

''جب تم مؤذّن کو اذان کہتے سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود پڑھو، بے شک جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ (یعنی دس رحمتیں نازل کرے گا)۔''

ساتواں مقام:

درود شریف پڑھنے کا ساتواں مقام دعا ہے کہ جب دعا کریں تو دعا سے پہلے یا دعا کے اوّل و آخر میں اور وسط میں نبی ﷺ پر درود پڑھیں۔

دعا سے پہلے لیکن حمد و ثنا کے بعد درود شریف پڑھنے کی دلیل ابو داود، ترمذی، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ، مستدرک حاکم، بیہقی اور مسند احمد میں حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے:

« سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا یَدْعُوْ فِيْ صَلَاتِهٖ لَمْ یُمَجِّدِ اللّٰهَ تَعَالٰی وَلَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: « عَجِلَ هٰذَا » ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ وَلِغَیْرِهٖ: « اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَاْ بِتَحْمِیْدِ رَبِّهٖ جَلَّ وَعَزَّ وَالثَّنَاءِ عَلَیْهِ، ثُمَّ یُصَلِّيْ عَلَی النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ یَدْعُوْ بَعْدُ بِمَا شَاءَ »[2]

''نبی ﷺ نے ایک آدمی کو سنا جو نماز میں دعا کر رہا تھا۔ اس نے نہ تو اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور نہ نبی ﷺ پر درود پڑھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٣٨٤) الترغیب و الترهیب (٢/ ٤٩٦)

[2] وقد مر قریباً

''اس نے جلد بازی سے کام لیا۔'' پھر اسے بلایا اور اس سے اور دوسرے لوگوں سے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کرے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے، پھر اس کے بعد جو دعا چاہے مانگے۔''

اسی طرح دعا کے اوّل و آخر اور وسط میں بھی درود شریف پڑھنے کے بارے میں بعض احادیث ملتی ہیں جو علامہ ابنِ قیم نے ''جلاء الأفهام'' (ص: ۲۱۰۔ ۲۱۲) میں نقل کردی ہیں۔

دعا کے ارکان واسباب:

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اپنی ''كتاب الشفاء في شمائل صاحب الأصطفاء'' میں ابن عطاء رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:

'' لِلدُّعَاءِ أَرْكَانٌ وَ أَجْنِحَةٌ وَأَسْبَابٌ وَاَوْقَاتٌ، اِنْ وَافَق اَرْكَانَهٗ قَوِيَ وَاِنْ وَافَقَ أَجْنِحَتَهٗ طَارَ فِيُ السَّمَاءِ وَاِن وَافَقَ مَوَاقِيُتَهٗ فَازَ، وَاِنْ وَافَقَ اَسْبَابَهٗ اَنْجَحَ، فَأَرْكَانُهٗ حُضُوْرُ الْقَلْبِ وَالرِّقَّةِ وَالِاسْتِكَانَةِ وَالْخُشُوْعِ وَ تَعَلُّقُ الْقَلْبِ بِاللّٰهِ وَقَطْعُهٗ الْأَسْبَاب، وَأَجْنِحَتُهُ الصِّدْقُ، وَمَوَاقِيْتُه الْأَسْحَارُ، وَاَسْبَابُهٗ الصَّلَاةُ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ'' [2]

''دعا کے کچھ ارکان، پَر، اسباب اور اوقات ہیں۔ اگر دعا کے ارکان پورے ہوں تو وہ قوی ہو جاتی ہے اور اگر اس کے پَر بھی مکمل ہوں تو وہ آسمان کی طرف اڑ کر چلی جاتی ہے، اور اگر اس کے اوقات بھی مناسب ہوں تو کامیابی ہوگی اور اگر اس کے اسباب بھی میسر ہوں تو سمجھو کہ مراد

[1] نیز دیکھیں: الشفاء للقاضي عياض (۳/ ۷۴۷، ۷۳۹) مع شرحه للمُلّا علی قاري.

[2] الشفاء (۳/ ۷۴۸۔ ۷۴۹)

مل گئی۔ اس کے ارکان حضورِ قلب، رقت و نرمی، گڑگڑانا، خشوع و انکساری، اللہ سے قلبی لگاؤ اور توکّل ہیں۔ صدقِ دل سے دعا کرنا دعا کے پَر ہیں۔ سحری و نیم شبی دعا کے اوقات ہیں اور (دعا کے وقت) نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنا دعا کے اسباب میں سے ہے۔''

آٹھواں مقام:

درود شریف پڑھنے کا آٹھواں مقام مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلتے وقت ہے، جیسا کہ صحیح مسلم، ابو داود، ترمذی، ابن حبان، ابن خزیمہ، بیہقی، محلیٰ ابن حزم، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوحمید یا ابو اسید رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے، عمل الیوم و اللّیلۃ لابن السنی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور عمل الیوم و اللّیلۃ للنّسائی وغیرہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ نبوی ﷺ ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت یوں کہا کرو:

«اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوابَ رَحْمَتِكَ»

''اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج، اور اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمتوں کے درواز کھول دے!۔''

اسی حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد سے نکلتے وقت یوں کہا کرو:

«بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ»[1]

---

[1] مسلم (٣/ ٥/ ٢٢٤، ٢٢٥) مِنْ غير ذكر الصلاة على النبى وصحيح أبي داود (١/ ٩٣) صحيح ابن ماجه للألباني (١/ ١٢٩) الكلم الطيب لابن تيميه بتحقيق الألباني (ص: ٥١) وصحيح الكلم الطيب (ص: ٣٠ـ ٣١) عمل اليوم و الليلة لابن السني، رقم الحديث (٨٨) ابن خزيمة (٤٥٢) ابن حبان (٣٢١) الموارد) البيهقى (٢/ ٤٤١ـ ٤٤٢) المحلى (٤/ ٢٧) عمل اليوم والليلة للنسائي، رقم الحديث (٩٠) مستدرك حاكم (١/ ٢٥١) تخر يج صلاة الرسول، رقم الحدية (٢٤١)

''اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج! اے اللہ! میں تیرے فضل و کرم کا سائل ہوں۔''

نواں مقام:

درود شریف پڑھنے کا نواں مقام و موقع وہ ہے جب مسلمان لوگوں کا کہیں اجتماع ہو، کیوں کہ ''ترمذی''، ''ابن ماجہ''، ''ابن حبان''، ''مستدرک حاکم''، ''عمل اليوم والليلة لابن السني''، ''فضل الصلاة على النبي ﷺ لإسماعيل القاضي''، ''حلية الأوليا لأبي نعيم'' اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِساً لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالىٰ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ ﷺ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ مِنَ اللّٰهِ حَسْرَةً، فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ»[1]

''جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتی اور اپنے نبی ﷺ پر درود نہیں پڑھتی تو وہ مجلس ان کے لیے اللہ کی طرف سے باعثِ حسرت بن جاتی ہے۔ اب اللہ چاہے تو انھیں یہ گناہ بخش دے اور چاہے تو انھیں اس کی سزا دے۔''

دسواں مقام:

نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا دسواں مقام یہ ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کا ذکرِ خیر تحریر یا تقریر میں آئے، کوئی کہے یا پڑھے یا سنے تو ''صلى الله عليه وسلم''

[1] عمل اليوم و الليلة لا بن السني، رقم الحديث (٤٤٣) مسند أحمد (٢/ ٣٨٩ و ٤٩٤ و ٥١٥) مستدرك حاكم (١/ ٤٩٦) الصحيحة (١/ ١١٤) صحيح الجامع (٣/ ٥/ ١٤٠) صحيح سنن ترمذي للألباني، رقم الحديث (٢٦٩١)

کہا جائے۔ امام طحاوی و حلیمی کے نزدیک یہ واجب ہے جبکہ دوسروں نے اسے واجب نہیں بلکہ مستحب کہا ہے۔ واجب عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ قرار دیا ہے، جیسا کہ دس مختلف اقوال بالتفصیل بیان کیے جا چکے ہیں اور اس بات کا پتا دینے والی سورۃ الاحزاب کی (آیت: ٥٦) ذکر کی جا چکی ہے اور کئی احادیث بھی ذکر کی جا چکی ہیں۔ مثلاً: وہ حدیث جو متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے جس میں نبی ﷺ کے منبر پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ آمین کہنے کا ذکر ہے اور اس کے بعض طُرق میں منبر اور آمین کا تو ذکر نہیں البتہ یہ ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کا ذکرِ مبارک سنے اور آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے تو وہ رحمتِ الٰہی سے دور ہے، نامراد ہے، اس کی ناک خاک آلود ہو، وغیرہ۔[1]

دوسری حدیث میں ہے:

«اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ»[2]

''وہ بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔''

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ایسی کئی احادیث مزید بھی ہیں۔

درود شریف پڑھنا واجب ہے یا انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا؟

صلوٰۃ و سلام علیٰ نبی خیر الانام ﷺ کے مقامات و مواقع کے سلسلے میں یہاں مختصر سا اشارہ اس بات کی طرف کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اسمِ گرامی سنیں، لکھیں، پڑھیں یا زبان سے ادا کریں تو آپ ﷺ پر درود شریف (ﷺ) کہنا چاہیے یا کم از کم ''علیه الصلاة و السلام'' کہیں۔ یہ بات آدابِ نبوی میں سے ہے۔

---

[1] دیکھیں: تارکینِ درود کے لیے وعید۔ و صححه ابن القیم لمجموع طرقها في جلاء الأفهام (ص: ١٥) كما صححه الأرناؤوط في تحقيق رياض الصالحين (٥٣٠)

[2] دیکھیں: تارکینِ درود کے لیے وعید۔ جلاء الأفهام (ص: ٢١٤۔ ٢٢٣)

اور اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے ذکر پر آپ ﷺ پر دل و جان سے درود نہیں پڑھتا تو نبی ﷺ نے اس کے لیے سخت وعید فرمائی ہے، جیسا کہ کتاب کے آغاز میں فضائلِ درود شریف کے بعد ''تارکینِ درود کے لیے وعید'' کے زیرِ عنوان ہم کئی احادیث ذکر کر آئے ہیں۔ آپ ذرا ان پر ایک مرتبہ پھر نظر ڈال لیں، خصوصاً ''رحمتِ الٰہی سے دوری''، ''بخیل کون؟'' اور ''سب سے بڑا بخیل'' تین عنوانات کے تحت ذکر کی گئی احادیث کو ایک مرتبہ پھر پڑھ لیں، ہر جگہ یہی لکھا ملے گا کہ نبی ﷺ نے اپنے ذکرِ مبارک پر درود نہ پڑھنے والوں کو یہ سب وعیدیں سنائی ہیں۔ ان احادیث میں کسی بھی جگہ یہ نہیں آیا کہ جس نے آپ ﷺ کا ذکر کیا یا سنا، پڑھا، یا لکھا تو انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر نہ لگائے تو وہ فلاں اور فلاں ہے، اس کے لیے فلاں وعید ہے۔

اسی طرح فضائلِ درود شریف کے ضمن میں جو ۱۹ احادیث گزری ہیں ان میں سے بھی کسی میں آپ ﷺ کے ذکر پر انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پر لگانے کا ذکر نہیں آیا۔ تو پھر یہ عمل خود ساختہ ہوا۔ چنانچہ درود شریف پڑھنے کی بجائے انگوٹھے چومنے سے ثواب ہو گا یا الٹا عقاب وعتاب؟

انگوٹھے چومنے کے ثبوت کے طور پر مسند الفردوس دیلمی کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایک روایت پیش کی جاتی ہے جبکہ اس مسند کے بارے میں اہلِ علم جانتے ہیں کہ اس کی استنادی حیثیت کیا ہے۔ ایک بہت تھوڑے سے حصے کو چھوڑ کر باقی کی سب حدیثیں ضعیف ہیں اور خاص مشار الیہ روایت کو امام سخاوی نے ''المقاصد الحسنة'' میں ''غیر صحیح'' قرار دیا ہے۔[1]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے وہ روایت ''الضعیفة'' میں نقل کر کے لکھا ہے کہ ابن طاہر نے ''التذکرة'' میں کہا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ نیز امام شوکانی کی کتاب

[1] بحواله فقه السنه سيد سابق (١/ ١٢١)

"الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة" سے بھی اس کا غیر صحیح ہونا نقل کیا ہے اور آخر میں امام سخاوی کا بھی ذکر کیا ہے۔[1]

علامہ عبدالرحمٰن المعلمی نے تو "تحقیق الفوائد المجموعة للشوكاني" میں لکھا ہے کہ ایسی احادیث کو صرف ''غیر صحیح'' کہنا بھی کافی نہیں، کیوں کہ یہ تو باطل روایت ہے۔[2]

اس سے ملتی جلتی ایک روایت ایک یمنی صوفی کی کتاب "مُوجبات الرحمة و عزائم المغفرة" کے حوالے سے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے جس سے انگوٹھے چومنے کا ثبوت بہم پہنچایا جاتا ہے۔ اسے "التذكرة" میں ابن طاہر نے غیر صحیح کہا ہے۔ امام سخاوی نے اس روایت کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ ''اس میں انقطاع ہے۔ اس کے علاوہ اس کے بعض راوی مجہول ہیں۔'' نیز لکھا ہے: ''اس سلسلے میں کوئی مرفوع حدیث صحیح و ثابت نہیں ہے۔''

انگوٹھے چومنے والی روایت حقیقت میں ایک اسرائیلی افسانے سے کم نہیں۔ اور یہ روایت انجیل برناباس میں ہے۔ جو ہمارے فاضل دوست شیخ غازی عزیر صاحب حفظہ اللہ (حال مقیم ینبع۔ سعودی عرب) نے بھیجی ہے، جسے ہم من و عن نقل کر رہے ہیں:

تقبیل الابہامین والی روایت دراصل ایک اسرائیلی افسانہ ہے۔ راقم نے انجیل برناباس میں اس کا ماخذ تلاش کر لیا ہے جو اس طرح ہے:

Adam besought God. saying " Lord, grant me this writing (لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه) upon nails of the fingers of my hands, "Then God gave to the first

---

[1] الضعيفه للألباني (١/ ١٧٣، رقم الحديث: ٧٣) طبع الرياض، الفوائد المجموعه امام شوكاني (ص: ١٩۔ ٢٠، رقم الحديث: ١٨) طبع مصر و بيروت بتحقيق علامه المعلمى

[2] تحقيق الفوائد المجموعة (ص: ٢٠)

man upoe his thumb that writing, upon the thumb nail of the right hand it said "there is only one God", and upon the thumb nail of the left hand it said: "Mohammad is messenger of God". Then with fatherly affection the first man kissed those words, and rubbed his eyes and said: "Blessed be that day when thou shall come to the world! (Gospel of Bamalsa- Barnabas)".[1]

''آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میرے ہاتھ کی انگلیوں پر یہ لکھ دیجیے۔ جس کو خدا نے شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے انسانِ اوّل کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر تحریر کیا کہ:

''کائنات میں خدا ایک ہی ہے۔''

جب کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر یہ تحریر فرمائی:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں۔''

انسانِ اوّل نے پدرانہ شفقت کے ساتھ تحریروں کا بوسہ لیا، اور اپنی آنکھوں سے لگایا، سلامتی اور رحمتیں ہوں اس دن پر جب تم دنیا میں تشریف لاؤ گے۔''[2]

امام شوکانی نے اسے موضوعات والی کتاب میں نقل کیا ہے۔[3] لہٰذا نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(1) English version, Page 50, Oxford Press, 1907

(2) بحواله سابقه و تحقيق الفوائد المجموعه للشوكاني از علامه عبد الرحمن المعلمی اليمانی، نیز دیکھیں: ہماری کتاب ''قبولیتِ عمل کی شرائط'' انگوٹھے چومنا کے عنوان کے تحت (ص: ۳۵۶۔۳۵۷۔۱۳۵۸) اڈیشن دوم، ناشر ادارۃ البحوث الاسلامیہ بالجامعہ السّلفیہ، بنارس و (ص: ۳۷۲۔۳۷۳) اِڈیشن اول، مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ۔ ڈسکہ (سیالکوٹ)۔

(3) الفوائد المجموعة (ص: ۲۰، رقم الحديث: ۱۹)

کے اسمِ گرامی پر درود شریف پڑھیں جو ثابت اور موجبِ ثواب ہے، انگوٹھے چومنے اور انھیں آنکھوں سے لگانے والے سلسلے کو بند کریں جو ثابت ہی نہیں۔

گیارھواں مقام:

نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا گیارھواں موقع و محل یا مقام جمعہ کا دن ہے، کیوں کہ ابو داود، ابن حبان، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ... الخ »[1]

''تمھارے دنوں میں سے افضل ترین دن جمعۃ المبارک ہے۔ جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو، تمھارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے ...۔''

اس حدیث کی تائید سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت ابو امامہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے، الکامل ابن عدی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع احادیث سے، اور اسی طرح مرسل حسن بصری رحمہ اللہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے اثر سے بھی ہوتی ہے۔[2]

بارھواں مقام:

نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا بارھواں مقام نبی ﷺ کا اسمِ گرامی لکھنا ہے کہ کسی کتاب، مضمون، مقالہ یا خط میں آپ ﷺ کا ذکر تحریر میں آتے ہی ''ﷺ''

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٠٤٧) ابنِ حبان، رقم الحديث (٥٥٠) الموارد، مستدرك حاكم، رقم الحديث (٢٧٨١) و صححه ووافقه الذهبى و النووي و الأرناووط، مسند أحمد (٤/ ٨) رياض الصالحين (ص: ٥٢٩)

[2] ذكرها ابن القيم (ص: ٢٢٧) و ابن وضاح

کہا اور لکھا جائے تو اس کا بہت بڑا اجر ہے جس کا پتا متعدد احادیث و آثار سے چلتا ہے۔ اور کتنے ہی علمائے حدیث کے آثار سے پتا چلتا ہے کہ انھیں اللہ نے بخشا اور تکریم بھی فرمائی جس کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے اپنی کتابوں میں جب بھی آپ ﷺ کا ذکر لکھا تو ساتھ ہی ''ﷺ'' بھی لکھا۔[1]

تیرھواں مقام:

گناہوں کو بخشش و مغفرت کے لیے، نیز غموں، دکھوں اور رنج و مصائب سے تنگ آجائیں تو بکثرت درود شریف پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مشکلات کو آسان کر دے گا اور گناہ معاف کر دے گا۔ چنانچہ سنن ترمذی میں حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میں اپنی دعا میں کتنا وقت آپ ﷺ پر درود پڑھنے میں لگاؤں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنا تم چاہو۔''

میں نے پہلے ایک چوتھائی، پھر نصف، پھر دو تہائی کیا تو آپ ﷺ ہر مرتبہ فرماتے کہ ''جتنا تم چاہو، لیکن اگر زیادہ کرو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: "اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا"

''میں اپنی ساری دعا کا وقت درود شریف کے لیے وقف کرتا ہوں۔''

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِذاً تُكْفَى هَمُّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ»[1]

''تب یہ تمھارے تمام دکھوں کے مداوا کے لیے کافی ہو گا اور تمھارے گناہوں کی مغفرت کا باعث ہو گا۔''

---

[1] جلاء الأفهام (ص: ٢٢٩۔ ٢٣١)

[2] صحیح سنن الترمذي للألباني، رقم الحدیث (١٩٩٩)

چودھواں مقام:

درود شریف پڑھنے کے لیے کسی خاص جگہ اور وقت کا تعیّن ضروری نہیں، کیوں کہ اس کا تو ہر جگہ اور ہر وقت حکم ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''میری قبر کو میلہ نہ بناؤ اور نہ ہی اپنے گھر کو (نفلی نمازیں نہ پڑھ کر) قبرستان بناؤ۔''

آگے فرمایا:

﴿وَ حَیْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَيَّ، فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ﴾[1]

''اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجتے رہو، بے شک تمھارا درود مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔''

سنن نسائی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کا سلام مجھ پر پہنچانے کے لیے فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں جو اسی غرض سے زمین میں گشت کرتے رہتے ہیں۔''[2]

جبکہ مسند الفردوس دیلمی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

﴿اَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ﴾ ''مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو۔''

آگے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہو گا تا کہ وہ میرے امتیوں کے درود اُن کے پڑھتے ہی مجھ تک یہ کہتا ہوا پہنچائے کہ فلاں بن فلاں نے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم درود پڑھا ہے۔''[3]

---

[1] مسند احمد وفضل الصلاة على النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحديث (٣٠)

[2] صحيح سنن النسائی، رقم الحديث (١٢١٥)

[3] بحواله سلسله الأحاديث الصحيحه ح ١٥٣٠

پندرھواں مقام:

ہر صبح اور ہر شام نبی ﷺ پر بکثرت درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اور زیادہ نہ ہو سکے تو کم از کم دس دس مرتبہ ہی پڑھ لیا جائے تو یہ قیامت کے دن حصولِ شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کا ذریعہ بن جائے گا۔ چنانچہ معجم طبرانی کبیر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْراً وَ حِيْنَ يُمْسِيْ عَشْراً اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[1]

''جس نے دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام کے وقت مجھ پر درود بھیجا اسے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی۔''

افاداتِ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ:

''جلاء الأفهام'' میں علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں بڑی شرح وبسط سے کام لیا ہے اور چالیس ایسے مقامات و مواقع گنوائے ہیں جہاں نبی ﷺ پر درود پڑھنا وارد ہوا ہے، لیکن ان میں سے کتنے ہی مقامات ایسے ہیں جن کے دلائل پر مشتمل احادیث و آثار کو خود انھوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور دیگر محدثین کے اقوالِ جرح بھی نقل کیے ہیں، جبکہ ان میں سے بعض مقامات سخت اختلافی ہیں کہ ان کے بارے میں بعض ائمہ استحباب اور بعض کراہت کے قائل ہیں۔ ہم نے صحیح احادیث و آثار سے ثابت چند مقامات کو اختیار کر کے ان کے دلائل کی طرف مختصر اشارات کر دیے ہیں۔ والله وليُّ التوفيق.

---

[1] بحواله صحيح الجامع الصغير، رقم الحديث (٦٢٣٣)

درود شریف کے فوائد و ثمرات:

اسی طرح علامہ موصوف رحمہ اللہ نے درود شریف کے فوائد و ثمرات پر بھی بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے اور درود شریف کے فضائل و برکات پر مشتمل احادیث کے ذخیرے کو کھنگالتے ہوئے اس کے فوائد و ثمرات کو الگ سے بیان کر دیا ہے جن کی مجموعی تعداد چالیس تک پہنچ گئی ہے، جن میں سے بکثرت (پچپیں کے قریب) فوائد و ثمرات ہم احادیثِ فضائل و برکات اور وعید کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں۔ جن حضرات کو مقامات و مواقعِ درود شریف اور فوائد و ثمراتِ درود شریف کے سلسلے میں مزید تفصیل مطلوب ہو وہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب "جلاء الأفهام" (ص: ۱۸۰۔ ۲۵٤) کا مطالعہ کرلیں۔ وَلِلّٰهِ دَرُّ ابْنِ الْقَيِّم!

خانہ ساز اوقات و مقاماتِ درود

درود شریف پڑھنے کے مقامات و مواقع کی تفصیلات کے آخر میں اس طرف اشارہ کرتے جائیں کہ بعض اوقات و مقامات ایسے بھی ہیں جہاں درود شریف پڑھنے کا تذکرہ قطعاً کسی حدیث میں نہیں آیا، مگر ''یار لوگوں'' نے ان مواقع پر درود وسلام کو لازم بنا رکھا ہے اور پھر کمال یہ ہے کہ درود شریف کے الفاظ بھی خود ساختہ وخانہ ساز اور اس کے لیے اوقات ومقامات بھی ایجادِ بندہ کی قبیل سے ہیں۔

ان خانہ سازا وقات و مقامات میں سے تین معروف ہیں جن میں پڑھے جانے والے درود کو ''سپیکری درود'' کہا جاسکتا ہے:

1. نمازِ جمعہ کے بعد کھڑے ہوکر اجتماعی شکل میں اور بآوازِ بلند، خوب راگ لگا کر درود شریف پڑھا جاتا ہے۔
2. فرض نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد بھی مل کر اجتماعی طور پر اور راگ لگا کر درود شریف پڑھتے ہیں۔
3. اسی طرح مؤذن حضرات جب اذان دینے لگتے ہیں تو وہ بھی درود شریف ہی سے آغاز کرتے ہیں۔

ان سب کے لیے باقاعدہ لاؤڈ سپیکر استعمال کیے جاتے ہیں۔ اور جب تک لاؤڈ سپیکر رائج نہیں ہوئے تھے درود شریف کے ان اوقات و مواقع کا کہیں بھی ذکر نہیں تھا۔ اسی لیے ان مواقع پر پڑھے جانے والے درود شریف کو ''سپیکری درود'' کہا جاتا ہے، جبکہ سُنّت سے ان کا کہیں پتا نہیں چلتا۔

ایک روایت کی تحقیق:

اس سپیکری درود کو ثابت کرنے کے لیے ایک ضعیف و نا قابلِ عمل روایت بھی پیش کی جاتی ہے، جسے ہم مجلّہ الدعوۃ کے شکریہ کے ساتھ سوال و جواب سمیت بلا تبصرہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، تاکہ اس روایت کی حقیقت کھل کر آپ کے سامنے آجائے:

سوال:

بعض لوگ اذان سے قبل صلاۃ وسلام کہنے کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ابو داود میں حدیث ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو نجار کی ایک عورت کے گھر پر چڑھ کر اذان دیتے تھے اور اذان سے پہلے "اللّٰهم إِنّي أحمدك واستعينك علىٰ قريش أن يقيموا دينك" پڑھا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اذان سے قبل دعائیہ کلمات پڑھ سکتے ہیں۔ صلاۃ وسلام بھی دعا ہے لہٰذا اس کے پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ کیا مذکورہ روایت صحیح ہے؟ اور اس سے صلاۃ وسلام پر استدلال کیا جا سکتا ہے؟ (ابو حمزہ...)

جواب:

جس روایت کا ذکر آپ نے کیا ہے یہ کمزور وضعیف ہے۔ یہ "سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب الأذان فوق المنارة" (۵۱۹) کے تحت بنو نجار کی ایک عورت سے مروی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ مسجد کے گرد میرا گھر سب سے لمبا تھا اور بلال رضی اللہ عنہ اس پر فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔ وہ سحری کے وقت آجاتے، گھر کے اوپر بیٹھ جاتے اور فجر کی طرف دیکھتے، جب وہ محسوس کرتے کہ بیٹھنے کا وقفہ لمبا ہو رہا ہے تو وہ یہ دعا پڑھتے:

"اللّٰھم اِنّي أحمدك و أستعينك على قريش أن يقيموا دينك"

پھر اذان کہتے۔ مذکورہ عورت کہتی ہے، اللہ کی قسم میں نہیں جانتی کہ کسی رات انھوں نے یہ کلمات کہنے ترک کیے ہوں۔[1]

اس روایت سے اذان سے قبل صلاۃ و سلام پر استدلال کرنا درست نہیں کیوں کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے۔ اس کی وجوہات درجِ ذیل ہیں:

1 اس کی سند میں احمد بن محمد بن ایوب راوی متکلم فیہ ہے جس کے بارے امام یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: "ليس من أصحاب الحديث وإنما كان ورّاقاً" کہ یہ اصحاب الحدیث میں سے نہیں، محض ناقل تھا۔

ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں: "ليس بالقوي عندهم" ''قوی نہیں ہے۔''
یحیٰی بن معین کہتے ہیں: "هو كذاب" ''وہ جھوٹا ہے۔''[2]

2 دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں جن کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: غزوات نقل کرنے کا امام ہے، صدوق ہے لیکن مدلِّس ہے۔[1]

اصولِ حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مدلِّس راوی جب تک اپنے استاد سے اپنے سماع کی وضاحت نہ کرے تب تک اس کی روایت قابلِ حجت نہیں۔ اور زیرِ بحث روایت محمد بن اسحاق نے بصیغہ ''عن'' ذکر کی ہے، اپنے استاد محمد بن جعفر سے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا یہ روایت ضعیف و نا قابلِ حجّت ہے۔

---

[1] نیز دیکھیں: بيهقی (١/ ٤٢٥)

[2] تهذيب التهذيب (١/ ٤٨، ٤٩) ميزان الاعتدال (١/ ١٣٣)

[3] تقريب (ص: ٢٩٠)

محمد بن اسحاق کے بارے میں مذکورہ بالا موقف صحیح ہے اور محدثین ان کی ''عن'' والی روایت حجّت نہیں سمجھتے۔ یہ بھی یاد رہے کہ فریقِ ثانی کے ہاں تو محمد بن اسحاق ویسے ہی قابلِ حجّت نہیں اور ابو داود وغیرہ کی فاتحہ خلف الامام والی روایت میں وہ اسے ضعیف گردانتے ہیں۔

3 تیسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں "الصلاۃ و السلام علیك یا رسول اللّٰہ'' کا جواز اذان سے قبل کسی طرح ثابت نہیں ہوتا، اور بلال رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ کہنا کسی صحیح تو کجا ضعیف روایت میں بھی موجود نہیں۔

لہٰذا اس روایت سے استدلالِ مذکور درست نہیں۔[1]

سپیکری درود اور بریلوی مکتبِ فکر کے فتاویٰ:

صلوٰۃ و سلام اور درود شریف کے فضائل و برکات اپنی جگہ، مگر اسے عین اذان سے پہلے اس طرح نہیں پڑھنا چاہیے کہ گویا یہ اذان کا ہی کوئی حصّہ ہے، نیز جمعہ و جماعت کے بعد یہ مروجہ انداز قطعاً ناجائز اور صریحاً بدعت ہے جو تقسیم پاک و ہند کے بعد ایجاد ہونے والی بدعت ہے۔ عمر رسیدہ لوگ اس کے گواہ ہیں۔ خاص طور پر جب سے مساجد میں لاؤڈ سپیکر عام ہوئے ہیں یہ سلسلہ بھی زوروں پر آگیا ہے۔ اسی اعتبار سے اسے سپیکری درود و سلام بھی کہا جاتا ہے۔ حنبلی، شافعی، مالکی، حتی کہ خود احناف کا دیوبندی مکتبِ فکر بھی اس کا قائل وفاعل نہیں، صرف بریلوی مکتبِ فکر کے لوگ اس ایجادِ نو کو اپنائے رکھنے پر مصر نظر آتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بھی کتنے ہی علماء اس کو بدعت قرار دے چکے ہیں۔ صرف کم پڑھے لکھے لوگوں کی بھیڑ ہے جو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ تو آیئے! آپ کو صرف احناف کے بریلوی مکتبِ فکر کے بعض علماء کی تصریحات بھی دکھا دیں۔

---

[1] مجلّہ ''الدعوۃ'' لاہور (جلد: ۱۱، شمارہ: ۹۰ بابت جمادی الآخرہ، ۱۴۲۱ھ/ستمبر ۲۰۰۰) کالم آپ کے دینی مسائل، ازمولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ۔

چنانچہ مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت و الجماعت، آستانہ عالیہ چشتیہ صابر یہ دار الحق ٹاؤن شپ سکیم لاہور کی طرف سے آٹھ صفحات کا ایک پمفلٹ شائع ہوا تھا جس کا عنوان ہے: ''اذان سے قبل صلوٰۃ، تسمیہ (بسم اللہ پڑھنا) اور تعوذ (اعوذ باللہ) بلند آواز سے پڑھنا غیر مشروع، ناجائز و بدعت ہے۔''

یہ تو عنوان ہے۔ اور اسی پمفلٹ میں بریلوی مکتبِ فکر کے علماء و مشائخ کے فتاویٰ ہیں، جن میں سے آستانہ عالیہ علی پور کے پیر جماعت علی شاہ صاحب، مفتی محمد حسین نعیمی صاحب، مرکز اہلِ سنت و الجماعت دار العلوم حزب الاحناف لاہور اور اس مکتبِ فکر کے بانی مبانی مولانا احمد رضا خان بریلوی عفا اللہ عنہ، کے فتاویٰ درج ہیں، جن کا خلاصہ تو مذکورہ عنوان میں ہی آ گیا ہے، وہ مکمل پمفلٹ بلا تبصرہ درج ذیل ہے:

مکمل پمفلٹ بلا تبصرہ

ماہنامہ ''انوار الصوفیہ'' قصور، ترجمان آستانہ عالیہ علی پور شریف کے مؤسس اعلیٰ حضرت پیرِ ملّت مجدّد العصر جناب قبلۂ عالم۔[1]

1. پیر جماعت علی شاہ رحمہ اللہ۔
2. اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ۔
3. امام اہلِ سنت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمی صاحب، جامعہ نعیمیہ لاہور۔
4. مرکز اہلِ سنت و الجماعت دار العلوم حزب الاحناف، داتا گنج بخش رحمہ اللہ روڈ کے فتاویٰ۔[2]

[1]، [2] ان دونوں لفظوں قبلۂ عالم اور داتا گنج بخش کا استعمال درست نہیں ہے۔ کیوں کہ قبلۂ عالم صرف ایک ہی ہے، وہ ہے بیت اللہ شریف مکہ مکرمہ۔ لہٰذا عموماً جو لوگ لکھ دیتے ہیں قبلہ والد صاحب، قبلہ استاد صاحب، قبلہ پیر، قبلہ مولانا، انھیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اور گنج بخش صرف اللہ کی صفت ہی ہو سکتی ہے، کسی دوسرے کو اس سے متصف قرار دینا ناجائز ہے۔

سوال:

آج کل ہم اہلِ سنت و الجماعت تمام مساجد میں بآوازِ بلند اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ اور بعض مؤذنین صلوٰۃ وسلام سے بھی پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ اور آیت ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ﴾ یا کوئی اور آیت پڑھتے ہیں اور پھر صلوۃ وسلام اور پھر اذان پڑھتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

جواب:

اذان سے قبل اعوذ باللہ پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ اس کا حکم قرآنِ شریف کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی جب قرآن شریف پڑھنا چاہو تو اعوذ باللہ پڑھ لو، اس کے سوا کسی چیز سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم نہیں۔ "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کو ہر نیک کام کے اوّل پڑھنا باعثِ برکت ہے، لیکن اونچی آواز سے اور مزید برآں لاؤڈ سپیکر میں پڑھنا فضول ہے، آہستہ سے پڑھنا کافی ہے۔ قرونِ اولیٰ میں بلکہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے کہیں بھی اذان کو اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا معہود نہیں ہے۔ ایسے ہی اونچی آواز سے بالالتزام صلوٰۃ وسلام اذان سے قبل پڑھنا اور اس کو عادت بنانا مشروع نہیں ہے۔ دراصل یہ زوائد وہابیوں، دیوبندوں کی ضد سے یا نعت خواں قسم کے مؤذنین نے پیدا کیے ہیں۔ ازمنۂ سابقہ میں سب قارئین جانتے ہیں کہ اذان ان زوائد سے خالی ہوتی تھی۔ اگر ہمارے علماء عوام کی تائید میں کہ وہ اب اس راستہ پر چل پڑے ہیں، غور وفکر سے اس کو جائز ثابت بھی کر دیں تو صرف جائز ہی ہوگا۔[1]

---

[1] جائز بھی نہیں، کیوں کہ یہاں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: "ما رآہ المسلمون حسناً فھو حسنٌ"، کہ جسے لوگ (مسلمان) اچھا سمجھیں وہ اچھا ہے'، یہاں مسلمانوں سے مراد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں نہ کہ ہرکس وناکس۔ اگر ہرکس وناکس کے لیے عام مان لیا جائے تو پھر تمام بدعات حتی کہ شرکیہ امور بھی جائز قرار پائیں گے جو بلاشبہہ غلط ہے۔

مستحب یا مندوب یا افضل نہیں ہو گا۔ باقی رہ گئی یہ بات کہ اس پر ثواب بھی ہو گا، یہ بات تب ہو کہ وہ مستحب ہو۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے لکھا:

''اذان کے بعد جب جماعت کا وقت ہو تو کسی شخص یا مؤذن کا بطور تثویب[1] سلام و صلوٰۃ پڑھنا بہتر ہے۔ یعنی اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی وجہ ہوسکتی ہے پہلے نہیں۔ اور اس رسم کو جو اسلام میں معہود نہیں تھی، جہلاء بڑھاتے چلے جا رہے ہیں اور علمائے کرام خاموش ہیں، پتا نہیں کیوں؟ یہ عظیم المیہ ہے۔''[2]

سوال:

حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب! السلام علیکم!

گزارش ہے قرآن و سنت کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ پنج وقتہ نماز کے لیے جو اذانیں دی جاتی ہیں، ان سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود و صلاۃ بآوازِ بلند بھیجنا مسنون و مشروع ہے؟ جیسا کہ ہمارے ہاں معمول بنتا جا رہا ہے۔

نمازِ فجر سے پہلے ہمارے محلّہ کی مسجد میں تین یا ساڑھے تین بجے ہی لاؤڈ سپیکر پر صوفیہ کا کلام یا کوئی اور کلام سنانا شروع کر دیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی درود و سلام بھی سنایا جاتا ہے۔ کیا محلّہ والوں کو تین ساڑھے تین بجے ہی جگا دینا اسلامی طریقہ ہے؟ صحیح فتویٰ دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(السائل: محمد حنیف باغبان پورہ جی ٹی روڈ نمبر ۲۴۵ لاہور)

---

[1] تثویب سے مراد اذان فجر میں ''الصلاۃ خیر من النوم'' کہنا ہے نہ کہ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا۔

[2] بحوالہ ''انوار الصوفیہ''، ایڈیٹر علامہ غلام رسول گوہر، ماہ جنوری ۱۹۷۸ء، شمارہ ۴)

الجواب هو الموفق للصواب:

درود شریف پڑھنا مسلمان کے لیے ذریعۂ نجات اور وسیلۂ شفاعت ہے۔

قرآنِ کریم میں واضح طور پر ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ محبت اور عظمتِ رسول ﷺ کے لیے درود شریف پڑھا کریں۔ نماز کے اندر بھی درود شریف پڑھنے کا حکم ہے۔ اس لیے کوئی صحیح العقیدہ مسلمان درود شریف سے گریز نہیں کر سکتا۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو یہ اس کی بدنصیبی ہوگی۔ اذان کے کلمات مقرر ہیں، اس میں کمی بیشی کرنا یا ان کے آگے پیچھے درود شریف یا قرآنِ کریم کی آیات بلا فصل ملانا بدعت ہے اور عبادتِ الٰہی میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے۔

اذان کے ساتھ اوّل درود شریف کو لازم قرار دینا اہلِ سنت کا شعار بنانا بھی بدعت اور عبادتِ معہودہ میں تحریف کرنے کی کوشش ہے۔ بہتر یہ ہے کہ درود شریف و سلام پڑھنے کی سعادت اگر حاصل کرنی ہے تو اذان سے علاحدہ پڑھی جائے۔ کم ازکم پانچ منٹ پہلے پڑھ لی جائے۔ درمیان میں وقفہ دے کر اذان کہیں۔ اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ اذان کے بعد دعا پڑھ کر درود شریف پڑھیں۔ جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، یا کسی کام میں مشغول ہوں، نمازِ باجماعت سے پہلے قرآنِ کریم یا درود شریف یا کوئی وظیفہ یا صوفیائے کرام کا کلام بلند آواز سے پڑھنا سنت کے خلاف اور اہلِ اسلام کو پریشان کرنے، ان کو بلاوجہ تنگ کرنے کے گناہ کا ارتکاب ہے۔ بالخصوص فجر سے پہلے لاؤڈ سپیکر پر صوفیائے کرام کا کلام پڑھنا غیر مستحسن اور دوسروں کو تکلیف دینے کے مترادف ہے۔ فجر کے وقت سوائے دو سنت کے نوافل پڑھنے کا بھی حکم نہیں ہے۔

حضور ﷺ نمازیوں کی دشواری کے پیشِ نظر بعض اوقات نماز اور قراءت میں

تخفیف کر دیا کرتے تھے۔ امام و خطیب کو ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے جس سے اہلِ محلّہ تنگ نہ ہوں، جب کہ اس کا عمل سنت بھی نہ ہو، مستحب بھی نہ ہو۔ واللّٰہ أعلم بالصواب۔ (مفتی محمد حسین نعیمی۔ ناظم جامعہ نعیمیہ لاہور)

از دار العلوم حزب الاحناف:

فجر ہونے سے پہلے لاؤڈ سپیکر پر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز نہیں۔ کیوں کہ کاروباری آدمی سوئے ہوتے ہیں، ان کے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ درالمختار میں ہے:

''حموی میں ہے، امام شعرانی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے: مسجدوں میں یا مسجدوں کے علاوہ جماعت کا ذکر کرنا مستحب ہے۔ اس میں سلف اور خلف کا اجماع ہے۔ اگر ان کا ذکرِ جہر سونے والے پر اور نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے والے مُشوِّش (باعثِ تشویش) ہو تو جائز نہیں۔''

اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ جلد سوم میں بھی قریب قریب ایسا ہی فرمایا ہے۔ لیکن انھوں نے مریض کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنے میں اگر مریض کے آرام میں خلل آتا ہے تو ذکرِ جہر ممنوع ہے۔ لہٰذا جب فجر طلوع ہو جائے تب لاؤڈ سپیکر پر درود شریف بلند آواز سے پڑھ سکتے ہیں، لیکن فجر سے پہلے نہ پڑھیں۔ (مؤرخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۸ء)

ہم اہلِ سنت و الجماعت کو نئی بات رائج کرنا اس لیے بھی زیب نہیں دیتا کہ ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے مقلد ہیں۔ فقہ حنفی میں اذان سے قبل صلوٰۃ وغیرہ ثابت نہیں ہے۔ تو اب یہ غیر مقلدانہ عمل کرنا دراصل ثابت کرتا ہے کہ امام اعظم اور صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) عشق کی اس منزل سے آشنا نہ تھے (نعوذ باللہ) جس سے آج کا جاہل

عاشق سرشار ہے۔[1]

براین عقل و دانش بباید گریست

[1] اذان سے قبل صلوٰۃ تسمیہ، تعوذ۔ شائع کردہ مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت و الجماعت آستانہ عالیہ چشتیہ، صابر یہ دار الحق ٹاؤن شپ سکیم لاہور۔ یہ اصل پمفلٹ بھی ہمارے پاس محفوظ ہے جسے بوقتِ ضرورت ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے "فتح الباري" میں لکھا ہے: فجر کی نماز سے پہلے اور جمعہ کی نماز سے پہلے اذان سے قبل (یا متصل بعد یا جماعت سے پہلے) صلوٰۃ و سلام پڑھنا لغت و شرع کسی اعتبار سے بھی اذان کا حصہ نہیں۔ اور ابن حجر نے فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے اذان کے بعد جو بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے یہ کیفیت ہی بدعت ہے۔ اور مفتی مصر شیخ محمد عبدہ نے بھی ان (صلوٰۃ و سلام) کو اذان کا حصہ بنا کر پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے جو محض یا تلحین (راگ گانے والوں) کے شوق کی پیداوار ہے۔ (فقه السنة: ١/ ١٢٢) نیز اس موضوع کے لیے دیکھیں ہماری کتاب: "قبولیت عمل کی شرائط" اِڈیشن اول (ص: ٣٦٦۔٣٧٢) اِڈیشن دوم (ص: ۴۱۲۔۴۲۵)

نبی اقدس ﷺ کے سوا دوسرے لوگوں پر درود وسلام کا حکم

درود شریف کا موضوع جب زیرِ بحث ہے اور اس کے اکثر گوشے آپ کے سامنے رکھے جا چکے ہیں تو اب اسی سے متعلقہ دو ایک بقیہ باتیں بھی کیوں نہ ذکر کر دی جائیں ....اور وہ باتیں اور گوشے کیا ہیں؟

1. آیا نبی ﷺ کے علاوہ بھی کسی پر درود وسلام پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟
یعنی ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ'' کہنا جائز ہے یا نہیں؟
2. نبی ﷺ کے علاوہ عام افرادِ امت کے ساتھ ساتھ کیا دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو اس صلوٰۃ وسلام یا درود وسلام میں شریک کرنا روا ہے یا نہیں؟
3. یہ کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی پر استقلالاً یعنی الگ تھلگ اور مستقل طور پر درود جائز ہے یا نہیں؟
4. اور کیا یہ صرف اسی صورت میں روا ہے جب نبی ﷺ کے ساتھ ان کا ذکر آئے وغیرہ؟

اس قسم کے تمام سوالات کو ہم بڑے اختصار سے لیکن صریح و صحیح دلائل کے ساتھ ذکر کیے دیتے ہیں۔

1- انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ وسلام:

امام نووی رحمہ اللہ اور بعض اہلِ علم نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ تمام

انبیائے کرام پر بھی درود و سلام مشروع و جائز ہے۔ اس پر ایک تو قرآنِ کریم کی ان آیات سے استدلال کیا گیا ہے جن میں انبیاء پر سلام کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً:

1. سورۃ الصّافات (آیات: ۷۸، ۷۹) میں ہے:

﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿78﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴾

''اور ہم نے ان کا ذکرِ خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ نوح (علیہ السلام) پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔''

2. سورۃ الصّافات (آیات: ۱۰۸، ۱۰۹) ہی میں ہے:

﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴾

''اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم (علیہ السلام) پر سلام ہو۔''

3. سورۃ الصّافات (آیات: ۱۱۹، ۱۲۰) ہی میں ہے:

﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ﴿119﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴾

''اور ہم نے ان دونوں کے لیے پیچھے آنے والوں میں یہ بات باقی رکھی کہ موسیٰ اور ہارون علیہما سلام پر سلام ہو۔''

4. اور اسی سورت (آیت: ۱۳۰) میں ہے:

﴿ سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْ يَاسِينَ ﴾ ''الیاس (علیہ السلام) پر سلام ہو۔''

ان آیات میں واضح طور پر سلام کا ذکر ہے جو ہم انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کا بھی ذکر کرتے وقت ''عَلَيْهِ السَّلَامُ'' یا ''عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ'' کہہ کر بجا لاتے ہیں۔

بعض احادیث میں صلوٰۃ کا ذکر بھی آیا ہے:

1. ''معجم طبراني كبير'' اور ''فضل الصلاة على النبي ﷺ لإسماعيل القاضي'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

«صَلُّوْا عَلَی اَنْبِیَاءِ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ فَإِنَّ اللّٰهَ بَعَثَهُمْ كَمَا بَعَثَنِیْ»[1]

''اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر درود پڑھو! انھیں بھی اللہ نے اسی طرح مبعوث کیا تھا جیسے مجھے۔''

2 معجم طبرانی میں ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:

«اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَيَّ فَصَلُّوْا عَلٰی اَنْبِیَاءِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَهُمْ كَمَا بَعَثَنِیْ»[2]

''جب تم مجھ پر درود پڑھو تو اللہ کے دوسرے انبیاء (علیہم السلام) پر بھی درود پڑھو۔ انھیں اللہ نے میری طرح ہی مبعوث کیا تھا۔''

3 اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت انس و ابوطلحہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

ان آیات و احادیث کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی جتنے انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں ان میں سے جب بھی کسی کا نام لیں یا سنیں تو ان پر بھی صلوٰۃ وسلام پڑھیں، یعنی ''عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ'' کہیں، بلکہ ''عَلَیْهِ وَعَلٰی نَبِیِّنَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ'' کہیں اور اگر وہ دو ہوں تو ''عَلَیْهِمَا وَ عَلٰی نَبِیِّنَا الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ'' کہا جائے گا اور اگر تین یا اس سے زیادہ ہوں تو ''عَلَیْهِمْ وَعَلٰی نَبِیِّنَا الصَّلَاةُ وَ السَّلَامِ'' کہنا چاہیے۔

2- آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام:

غیر انبیا میں سے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر بھی درود جائز ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آلِ رسول پر صلوٰۃ یا درود شریف کا حکم کیا ہے؟ بعض نے وجوب کا اور بعض نے عدمِ وجوب کا کہا ہے،

[1] بحواله جلاء الأفهام (ص: ٢٥٨)

[2] بحواله سابقه

بہر حال مشروعیت و جواز پر سب کا اتفاق ہے۔[1]

تاہم اس کی مشروعیت تب ہے جب نبی ﷺ کے ساتھ ہی ان پر درود پڑھا جائے۔ جیسے: ''اَللّٰهُمَّ صِلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ...''

3- آلِ رسول ﷺ پر مستقلاً درود پڑھنا:

اب رہی یہ بات کہ آیا نبیِ اکرم ﷺ کی آل پر آپ ﷺ کا ذکر کیے بغیر درود پڑھنا بھی روا ہے یا نہیں؟ تو اس مسئلے کی دو نوعیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تو یہ کہا جائے: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ'' تو یہ جائز ہے، کیوں کہ اس طرح اگرچہ ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ'' نہیں کہا گیا لیکن چونکہ آپ ﷺ اپنی آل میں خود بھی شامل ہیں لہٰذا یہ محض لفظی طور پر مستقل درود ہے، ورنہ معنوی طور پر یہ بھی مستقل نہیں، بلکہ نبی ﷺ کے ساتھ ہی ہے۔ اس شکل کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔

آلِ رسول ﷺ کے ایک فرد یا عام افراد میں سے کسی پر درود:

اس مسئلے کی دوسری نوعیت یہ ہے کہ آلِ رسول ﷺ میں سے کسی ایک شخص کا نام لے کر اس پر درود پڑھا جائے۔ مثلاً: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى عَلِيٍّ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَسَنٍ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حُسَيْنٍ، يَا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فَاطِمَةَ'' کہا جائے یا اسی طرح دوسرے افرادِ آلِ رسول ﷺ کا نام لے کر درود پڑھا جائے تو اس کے جواز اور عدمِ جواز میں اختلاف ہے۔ یہی اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم اور عام افرادِ امت میں سے کسی کا نام لے کر اس پر درود پڑھنے میں ہے۔

مانعین:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمر بن عبد العزیز، امام ابوحنیفہ، سفیان بن عیینہ،

[1] دیکھیں: جلاء الأفهام (ص: ٢٥٩)

سفیان ثوری اور امام طاؤس رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ انداز مکروہ ہے۔

اصحابِ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک بھی ممانعت والا ہے۔ اور پھر ان کے یہاں بعض تحریمی ممانعت کے قائل ہیں، بعض کراہت تنزیہی کے۔ اور یہی اکثر فقہائے شافعیہ کا قول ہے، جبکہ بعض فقہاء نے اسے ممنوع و مکروہ نہیں کہا، محض اسے خلافِ اولیٰ یا ترکِ اولیٰ شمار کیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے الاذکار میں اور انہی سے نقل کرتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''جلاء الأفہام'' میں فقہائے شافعیہ کا یہ مسلک ذکر کیا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے اکثر کے قول یعنی کراہت تنزیہی والے قول ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔[1]

تو گویا حضرت ابوبکر صدیق کہنے پر ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہنا یا حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا مکروہ اور خلافِ اولیٰ ہے، کیونکہ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' یا ''علیہ الصلاۃ والسلام'' سلف صالحین کی زبان پر صرف انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ ہی خاص ہو چکا ہے، لہٰذا غیر نبی چاہے کتنے مقام و مرتبے والا ہی کیوں نہ ہو یہ الفاظ اس کے لیے نہیں کہے جائیں گے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح کہ ''عَزَّ وَجَلَّ'' اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور حضرت محمد عزوجل نہیں کہا جاتا، اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عزیز اور جلیل القدر ہیں۔

مانعین کے دلائل و وجوہات:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے کسی عام فردِ امت پر صلوٰۃ پڑھنے کی ممانعت کا پتا دینے والے دس وجوہات و دلائل ذکر کیے ہیں۔ مثلاً:

1 سورۃ النّور (آیت: ۶۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾

''تم اللہ تعالیٰ کے نبی کے بلانے کو ایسا بلاوا نہ کرلو جیسا کہ آپس میں ایک

[1] الأذكار للنووي (ص: ۹۹) طبع دمشق بتحقيق الأرناؤوط، جلاء الأفهام (ص: ۲۵۹۔ ۲۶۰)

دوسرے کو ہوتا ہے۔''

جب نبی ﷺ کو عام لوگوں کی طرح نام لے کر نہ پکارنے کا حکم فرمایا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عام لوگوں پر بھی نبی ﷺ کی طرح درود پڑھنا روا ہو۔

2 فضل الصلاة على النبيﷺ للقاضي إسماعيل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''لَا تَصِحُّ الصَّلَاةُ عَلٰى أَحَدٍ اِلَّا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلٰكِنْ يُدْعٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ بِالِاسْتِغْفَارِ''[1]

''درود سوائے نبی ﷺ کے کسی کے لیے صحیح نہیں ہے، البتہ مسلمان مرد و زن کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے۔''

3 مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ بعض قصہ گو لوگوں نے نبی ﷺ کی طرح حکام وامراء پر صلوٰۃ بھی مشروع کردی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے عمّال (گورنروں) کے نام ایک خط میں اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا:

'' فَاِذَا جَاءَكَ كِتَابِىْ هَذَا فَمُرْهُمْ أَنْ تَكُوْنَ صَلَاتُهُم عَلَى النَّبِيِّيْنَ وَ دُعَائُهُمْ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً...)[2]

''جب تمھیں میرا یہ خط پہنچے تو سب کو حکم دے دو کہ درود صرف نبیوں کے لیے ہو اور عام مسلمانوں کے لیے وہ صرف دعا کیا کریں۔''

4 صلوٰۃ بھی نبی ﷺ کے ساتھ اسی طرح مخصوص ہو چکی ہے، جیسے: عزّ وجل اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

5 امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] جلاء الأفهام (ص: ٢٦٣)

[2] جلاء الأفهام (ص: ٢٦٣)

"اِنَّ هٰذَا (أَیُ الصَّلَاةُ عَلٰی غَیُرِ النَّبِیِّ ﷺ) لَمْ یَکُنُ مِنُ عَمَلِ مَنُ مَضٰی مِنَ الْأُمَّةِ وَلَوُ کَانَ خَیُراً لَسَبَقُوُهُ اِلَیُهِ"[1]

"غیر نبی پر درود پڑھنا پہلے گزرے لوگوں (صحابہ و تابعین) میں نہیں تھا۔ اگر یہ اچھا ہوتا تو وہ اس پر سبقت لے گئے ہوتے۔"

یہ اور ایسے ہی جملہ دس وجوہات و دلائل ذکر کر کے علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ان سے پتا چلتا ہے کہ صلوٰۃ و درود نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

قائلینِ جواز:

حضرت حسن بصری، خصیف، مجاہد، مقاتل بن سلیمان، مقاتل بن حیان، کثیر علمائے تفسیر، اسی طرح امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہو یہ، ابو ثور، ابن جریر طبری اور امام ابو داود رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل تھے۔[2]

قائلینِ جواز کے دلائل:

قائلینِ جواز کی طرف سے چودہ وجوہات و دلائل ذکر کر کے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان میں سے ہر ایک کا جواب بھی دیا ہے اور بتایا ہے کہ ان میں سے بعض تو محلِ نزاع سے خارج ہیں اور بعض سے پتا چلتا ہے کہ صلوٰۃ نبی ﷺ کا حق ہے اور آپ ﷺ جسے چاہیں اس حق میں سے کچھ عطا فرمائیں، عام آدمی کو اس کی اجازت نہیں۔ تو گویا جن احادیث میں نبی ﷺ کے مالِ زکات اور صدقات لانے والے اور حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ پر صلوٰۃ پڑھنے جیسے واقعات ہیں ان میں مذکور یہ عمل نبی ﷺ کا خاصا ہے۔ بعض وجوہات و دلائل ضعیف و نا قابلِ استدلال ہیں، جبکہ بعض

---

[1] جلاء الأفهام (ص: ٢٦٣)

[2] جلاء الأفهام (ص: ٢٦٣)

آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم مانعینِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کے معارض ہونے کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہو گئے ہیں۔

فصل الخطاب:

آخر میں نتیجۂ بحث اور فصل الخطاب کے طور پر امام ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ دونوں طرح کے دلائل کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے:

1. اگر صلوٰۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و ازواج اور اولاد پر ہو تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اور انفرادی طور پر بھی جائز ہے۔
2. اگر ملائکہ و اہلِ طاعت لوگوں کے لیے عمومی صیغہ سے بِالا جمال صلوٰۃ ہو، جیسے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَلَائِکَتِكَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ اَھْلِ الطَّاعَةِ اَجْمَعِیْنَ" تو یہ بھی جائز ہے۔
3. اور اگر کسی خاص شخص یا گروہ کے لیے ہو اور اسے شعار بنایا جائے اور اس شخص جیسے بلکہ اس سے بھی افضل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مقرب و محبوب لوگوں کے لیے ایسا نہ کیا جائے تو یہ عملِ تخصیص و شعار سازی ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی ایسے شخص پر کبھی کبھار صلوٰۃ پڑھ لی جائے اور اسے شعار نہ بنایا جائے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مالِ زکات لانے والوں، اسی طرح ایک عورت اور اس کے شوہر پر صلوٰۃ پڑھنا ملتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر صلوٰۃ پڑھنا وارد ہے۔[1]

4- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسروں پر درود کا جواز:

اس پر اتفاق ہے کہ انبیا علیہم السلام کے علاوہ دیگر حضرات کو انبیا علیہم السلام میں سے کسی

[1] جلاء الأفهام (ص: ٢٦١ ـ ٢٧١) و انظر أيضاً الضعيفة للألباني (٣/ ١٤) مقدمه

کے تابع لا کر اس پر درود و سلام جائز ہے۔ جیسے یہ کہنا:

«اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ»

''اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل واصحاب، ازواج واولاد اور تمام اتباع کرنے والوں پر درود بھیج۔''

یہ اس لیے جائز ہے کہ درود شریف کے بعض صحیح سند والے صیغوں میں یہ انداز وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ وہ صیغے ذکر کیے جا چکے ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان حضرات پر درود وسلام وارد ہوا ہے۔ اور سلف صالحینِ امت نماز وتشہد کے علاوہ بھی درود شریف کے ان صیغوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان حضرات پر درود وسلام پڑھتے رہے اور پڑھتے چلے آرہے ہیں۔[1]

5- صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے لیے:

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا نام الگ سے لیں تو ایک مرد کے لیے "رضی اللّٰه عنه"، عورت کے لیے "رضي اللّٰه عنها" دو مردوں یا دو عورتوں کے لیے "رضي اللّٰه عنهما" اور جملہ صحابہ وصحابیات کے لیے "رضي اللّٰه عنهم" اور صحابیات کے لیے "رضي اللّٰه عنهن" اور صرف صحابہ کے لیے "رضي اللّٰه عنهم" کہا جائے گا۔ کیوں کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

''اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔''

اس آیت میں اگرچہ عام حکم بھی ہے، جبکہ قرآنِ کریم کے متعدد مقامات پر یہ الفاظ خاص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بھی وارد ہوئے ہیں، جس کی تفصیل کے لیے

---

[1] الأذكار (ص: ١٠٠)

سورۃ المائدۃ (آیت: ۱۱۹)، سورۃ التوبہ (آیت: ۱۰۰)، سورت طٰہ (آیت: ۱۰۹)، سورۃ الفتح (آیت: ۱۸)، سورۃ المجادلہ (آیت: ۲۲) اور سورۃ البینہ (آیت: ۸) کا سیاق و سباق اور ترجمہ دیکھنا بہت مفید رہے گا۔

تابعین اور ائمہ کرام کے لیے اسی ترتیب سے "رحمه الله"، "رحمها الله"، "رحمهما الله"، "رحمهم الله" اور "رحمهن الله" کہنا مستحب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ کے بقول جمہور کا مسلک تو یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ سب کے لیے ترضّی و ترحّم یعنی رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ برابر ہیں جبکہ بعض اہلِ علم نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین و ائمہ کے مابین ترضّی و ترحّم الگ الگ بیان کیے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور یہ الگ الگ والا انداز ہی زیادہ معروف ہے کہ صحابی و غیر صحابی کا فرق ہی ترضّی و ترحّم سے کیا جاتا ہے۔

اسی تفصیل کے پیشِ نظر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اسمِ گرامی کے بعد بھی ازواجِ مطہرات اور خلفاء و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ استعمال ہونے والا صیغہ رضی اللہ عنہ ہی کہنا چاہیے نہ کہ علیہ السلام، کیوں کہ وہ بھی اہلِ بیت کے فرد تھے، خلیفہ تھے اور صحابی تھے۔ خصوصاً جبکہ شیخ ابو محمد جوینی رحمہ اللہ نے سلام کو بھی صلوٰۃ ہی کے معنی میں لیا ہے اور کہا ہے کہ یہ غائب کے لیے استعمال نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی غیر نبی کے لیے انفرادی طور پر یہ لفظ استعمال ہو۔ اور علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کسی غیر نبی کے لیے "علیہ السلام" کہنے کو شعار بنا لینا مکروہ ہے اور بالخصوص یہ روش کسی ایک کے ساتھ اپنانا جبکہ اس جیسے بلکہ اس سے افضل لوگوں کے ساتھ یہ الفاظ استعمال نہ کرنا، یہ طرزِ عمل ناجائز ہے۔[1]

امام نووی رحمہ اللہ نے امام جوینی کا یہ قول نقل کر کے حضرت علی علیہ السلام کہنے کی ممانعت کا تذکرہ کیا ہے۔

---

[1] الأذكار (ص: ١٠٠) جلاء الأفهام (ص: ٢٦٠)

آگے چل کر بعض ایسے حضرات کا تذکرہ کیا ہے جو قرآنِ کریم میں بہت بلند مرتبہ بتائے گئے تھے۔ اگرچہ ان کی نبوت متفقہ امر نہیں ہے لہٰذا ان کے لیے علیہ السلام کہنے میں کوئی حرج شمار نہیں کیا۔ تاہم ان کے لیے بھی رضی اللہ عنہ، رضی اللہ عنہا کہنے کو ہی راجح قرار دیا ہے۔[1]

6- حضرت لقمان و مریم علیہما السلام کے لیے:

حضرت لقمان و مریم کے بارے میں اگرچہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ نبی تھے لیکن جمہور علمائے اُمّت کے نزدیک وہ نبی نہیں تھے، لہٰذا ان کے اسمِ گرامی کے ساتھ غیر انبیاء والے الفاظ مثلاً بغیر صلوٰۃ کے علیہ السلام کہے جائیں گے جبکہ "علیہ الصّلاۃ و السلام" انبیاء کے لیے ہیں۔ اور یہی معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی ازواجِ مطہرات کا بھی ہے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے لیے رضی اللہ عنہا، رضی اللہ عنہما اور رضی اللہ عنہن کے صیغے ہوں گے۔ ہاں اگر حضرت لقمان کے لیے "صَلَّی اللّٰهُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ" اور حضرت مریم کے لیے "صَلَّی اللّٰه عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَعَلَیْهَا وَ سَلَّمَ" کہا جائے تو بھی حرج نہیں۔[2]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام قارئینِ کرام کو حق سمجھنے اور اسے اپنانے کی توفیق سے نوازے اور قیامت کے دن ہم سب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

والحمدُ لِلّٰه الَّذیُ بنعمتِہٖ تتِمّ الصَّالحات وصلَّی اللّٰه وسلَّم علٰی أشرف الأنبیاء و إمام المرسلین وعلٰی آله و صحبه أجمعین ومن تبعهم باحسان إلیٰ یوم الدین، یا ربَّ العالمین.

---

[1] الأذکار، حواله سابقه

[2] الأذکار أیضاً

فہرست مصادر و مراجع

❊ القرآن الکریم

❊ الأدب المفرد، امام بخاری، طبع أوقاف ابو ظھبی

❊ الأذکار للنووي بتحقیق الأرناؤوط، طبع دمشق

❊ إرواء الغلیل، علامه الباني جامعه الإمام الریاض

❊ کتاب الأم للشافعی، طبع بیروت

❊ بدائع الصنائع، کاسانی، دار الکتب العلمیه بیروت

❊ تحذیر الساجد للألباني، المکتب الإسلامی، بیروت

❊ تحفة الأحوذی، شرح ترمذی، مبارکپوری، طبع مدني

❊ التحقیق المستحلی از پیر محب اللّٰہ شاہ راشدي

❊ الترغیب و الترھیب بتعلیق مصطفیٰ عمارہ، دار الأخاء بیروت

❊ التعلیقات السلفیة علی النسائی، عطاء الله حنیف، المکتبه السلفیه لاھور

❊ تفسیر ابن کثیر، طبع دار المعرفه، بیروت

❊ تفھیم القرآن، مولانا مودودی، ادارہ تفھیم، لاھور

❊ تقریب التھذیب، ابن حجر نشر السنه، ملتان

❊ التلخیص الحبیر، ابن حجر، جامعه سلفیه فیصل آباد

❊ تخریج صلاة الرسولﷺ از حکیم محمد صادق سیالکوٹي،

حافظ عبد الرؤوف، دار الاشاعت اشرفیه، بلوکی، قصور

❊ جلاء الأفهام، ابن القیم، دار الکتب العلمیه بیروت

❊ رسائل و مسائل، مولانا مودودی، طبع اداره معارف اسلامی، لاهور

❊ الروضة الندیة، نواب صدیق حسن خان، بیروت

❊ ریاض الصالحین، بتحقیق الأرناؤوط، طبع دار المامون، دمشق

❊ سبل السلام، علامه یمانی، طبع مصر

❊ سلسله الأحادیث الصحیحة، علامه ألباني، طبع بیروت و الریاض

❊ سلسله الأحادیث الضعیفة الألباني، طبع بیروت و الریاض

❊ سنن ترمذی مع التحفه، طبع مدني

❊ سنن دار قطنی مع التعلیق المغنی، علامه عظیم آبادی، طبع مدنی

❊ سنن دارمی، طبع بیروت

❊ سنن کبریٰ، بیهقی، طبع بیروت

❊ سنن نسائی مع التعلیقات السلفیه، مولانا عطاء اللّٰه حنیف بهوجیاني، مکتبه سلفیه لاهور

❊ سنن أبي داود، مع عون المعبود، طبع مدنی

❊ شرح عقیدة طحاویة بتحقیق علامه ألباني، المکتب الإسلامي، بیروت

❊ شرح مسلم، نووی، طبع بیروت

❊ صحیح ابن خزیمه، بتحقیق محمد مصطفیٰ اعظمی، الریاض

❊ صحیح الأذکار، ابو عبیده عبد العزیز، ابو ظهبی

❊ صحيح البخارى مع فتح الباري، دار الافتاء الرياض
❊ صحيح الجامع الصغير، المكتب الإسلامى، بيروت
❊ صحيح سنن أبي داود، ألباني، مكتب التربيه الرياض
❊ صحيح سنن ابن ماجه، ألباني، مكتب التربيه الرياض
❊ صحيح سنن ترمذي، ألباني، مكتب التربيه الرياض
❊ صحيح سنن نسائي، ألباني، مكتب التربيه الرياض
❊ الكلم الطيب، ابن تيميه، بتحقيق الألباني، بيروت
❊ صحيح الكلم الطيب، علامه ألباني، بيروت
❊ صحيح مسلم بتحقيق و ترقيم شيخ محمد فؤاد عبد الباقى و مع شرح النووى، طبع بيروت
❊ صفة صلاة النبىﷺ للألباني، طبع جديد، مكتبه المعارف، الرياض.
❊ ضعيف ابن ماجه، الألباني، المكتب الاسلامى
❊ ضعيف الجامع الصغير، المكتب الإسلامى، بيروت
❊ عمدة القاري شرح بخاري للعيني، طبع بيروت
❊ عمل اليوم و الليلة، نسائى، بتحقيق فاروق حماده، طبع مراكش
❊ عون المعبود، شرح أبو داود، علامه شمس الحق عظيم آبادى، طبع مدينه
❊ فتاوىٰ سلطان العلماء العز بن عبدالسلام بتحقيق مصطفىٰ عاشور، طبع مكتبه القرآن قاهره.
❊ فتاوىٰ علماء حديث، مولانا على محمد سعيديرحمه الله، مكتبه

سعيديه، خانيوال

* فتح الباري، شرح صحيح بخارى بتحقيق الشيخ ابن بازؒ، طبع دار الافتاء، الرياض
* الفتح الرباني، ترتيب و شرح مسند أحمد الشيباني، شيخ أحمد عبد الرحمن البنّا، طبع القاهره، دار الشباب
* فضل الصلاة على النبىﷺ للقاضي إسماعيل بتحقيق الألباني، بيروت
* الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة للشوكاني، طبع بيروت و مصر
* القاموس، علامه فيروز آبادى، طبع دار احياء التراث، بيروت
* القول المقنع للشيخ عبد الله الغمارى، بيروت
* المبسوط، سرخسى، طبع بيروت
* مجمع الزوائد، الهيثمى، طبع بيروت
* المحلىٰ لابن حزم بتحقيق علامه احمد شاكر، طبع قاهره
* المرعاة شرح مشكاة علامه عبيد اللّٰه رحمانى، طبع المكتبه الأثريه، سانگله هل شيخوپوره، پاكستان
* مستدرك حاكم، طبع بيروت
* مشكاة بتحقيق الألباني، المكتب الإسلامي، بيروت
* مسند أحمد (الفتح الرباني) دار الشهاب، قاهره
* مشكل الحديث، ابن قتيبه، طبع بيروت
* مصنف ابن أبي شيبه، طبع الدار السلفيه، بمبئ

❊ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم، محمد فؤاد عبد الباقى، بيروت

❊ المعجم المفهرس لألفاظ الحديث، ليڈن

❊ المعجم الوسيط، طبع الدار الدعوه، تركى استنبول

❊ المغنى لابن قدامه بتحقيق محمد خليل هراس، قاهره

❊ مفردات القرآن، امام راغب اصفهانى، طبع دار القلم، دمشق و الدار الشاميه، بيروت

❊ منتقى الأخبار، مجد الدين ابن تيميه، طبع بيروت

❊ مورد الظمآن لزوائد ابن حبان للهيثمى بتحقيق محمد عبد الرزاق عفيفي، طبع الرياض

❊ نيل الأوطار، امام شوكاني، طبع بيروت وقاهره

❊ ردّ المحتار شامى على درّ مختار، طبع بيروت

❊ شرح الشفاء، ملا على قارى، بتحقيق حسنين محمد مخلوف مفتى مصر، طبع قاهره.

جرائد ومجلّات

❁ ماہنامہ ''محدث''، بنارس

❁ ہفت روزہ ''الاعتصام''، لاہور

❁ ہفت روزہ ''اہلحدیث''، لاہور

❁ ہفت روزہ ''تنظیم اہلِ حدیث''، لاہور

❁ ماہنامہ مجلّہ ''الدعوۃ''، لاہور


سوئے حرم
عیدین و قربانی
مختصر صفۃ الصلاۃ
نمازِ نبوی
حقوق مصطفیٰ ﷺ
اور
گستاخِ رسالت کی شرعی سزا
احکام حج و عمرہ
اور مسائل عیدین وقربانی
سورۃ الفاتحہ
فضیلت اور مقتدی کے لیے حکم